



جامعة التقوى الاهوی
کاترجمان

دالِ التقوى

صفر المظفر، ربیع الاول ١٤٢٣ھ / اکتوبر 2021ء

- دارالتفوی ٹرسٹ کی رفاهی خدمات
- سیرت انبیٰ اور ہماری زندگی
- ہجرت مدینہ، منظر اور پس منظر
- ربیع الاول، بدعاں و منکرات سے بچیں
- استخلاف فی الارض کا وعدہ کس کے ساتھ ہے

جامعہ دارالتقویٰ کے زیر اہتمام

AL-TAQWA Boys High School



دینی ماحول میں معیاری عصری تعلیم

حافظ کیلئے منزل پر خصوصی توجہ



داخلے
جاری ہیں

**6th to
Matric**

English Medium

◀ محدود دستیں
◀ ایڈمیشن فری

تعلیم و تربیت کا منفرد ادارہ

ترجمان جامعہ دارالتقویٰ لاہور

ماہنامہ دارالتقویٰ لاہور سعد

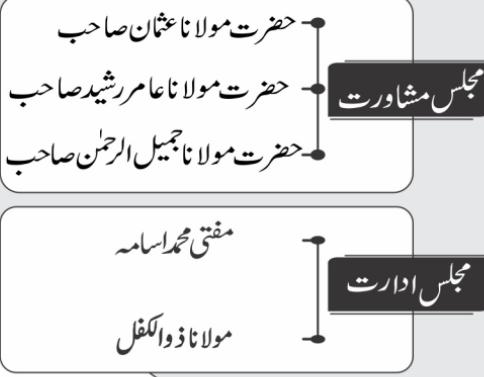
حضرت اقدس ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بدعا

شمارہ 2

صفر المظفر، ۱۵ اگسٹ ۲۰۲۱ء / اکتوبر ۲۰۲۱ء

جلد 11



نیوپر پرنس

حضرت مولانا یوسف خان صاحب مدظلہ

مدیر

حضرت مولانا ابوالیں احمد صاحب

مدیر مسئول

مولانا عبدالودود ربانی

Email Address

Monthlydarultaqa@gmail.com

اس دائزے میں سرخ نشان
مدت خریداری کے ختم ہونے کی علامت ہے

فی شمارہ: ۳۰ روپے

سالانہ بدل خرچ: ۳۸۰ روپے

طبع: شرکت پرنگ پریس

خط و کتابت کا پتہ

دفتر ماہنامہ دارالتقویٰ جامع مسجد الہلال چوبی پارک لاہور
فون نمبر: 0304-4167581 04235967905
سالانہ رسالے کے اجزاء کے لیے مذکورہ پتہ پر من آڑ کریں

مقام اشاعت

بنک اکاؤنٹ نمبر
1001820660001

ٹائلشن اکاؤنٹ دارالتقویٰ میڑسٹ
ایم آئی بی برائی گوڈز 159 (مسلم کرشل بنک)

جامع مسجد الہلال
چوبی پارک لاہور

ماہنامہ دارالتحقیقی لاہور

اکتوبر 2021ء

فہرست

حرف اولیں

5 دارالتحقیقی ٹرسٹ کی رفاهی خدمات مولانا عبد الودود ربانی

درس قرآن

9 استخلاف فی الارض کا وعدہ کس کے ساتھ ہے مولانا عاشق الہی بلند شہری

مقالات و مضامین

13 سیرت ابی اور ہماری زندگی مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

27 ریجی الاول، بدعات و منکرات سے بچیں مولانا عزیز الرحمن

32 ہجرت مدینہ، منظر اور پس منظر مولانا سید یوسف مکائیہ

42 مسلم خواتین اور ان کا مقام بنت عقیق

45 زندہ جانوروں کی تول کر خریدو فروخت ڈاکٹر مفتی عبد الواحد

سوالیں

51 سوالیں حضرت حاجی عبد الوہاب صاحب مولانا نذرا لکھل

سفر نامہ

55 جہان دیدہ مفتی تقی عثمانی صاحب

تبصرہ کتب

59 سفیہ نجات فی ذکر مناقب السادات مولانا عبد الودود ربانی

مسائل

61 آپ کے مسائل کا حل دارالافتاء و تحقیقی

اخبار جامعہ

66

حرف اویں

”دارالتحقیق میڈیا سٹریٹ“ کی رفاهی خدمات

جامعہ دارالتحقیق کا شمارہ طین عزیز کے ان نامور اداروں میں ہوتا ہے جہاں ایک ہی چھت تلے قاعدہ سے لے کر فناء تک اور نسری سے لے کر میڑک تک کی تعلیم کا انتظام موجود ہے۔ قاعدہ میں داخل ہونے والا بچہ مفتی بن کے فارغ التحصیل ہوتا ہے۔ جامعہ کے شعبہ بنات (مدرسہ فاطمۃ الزہراء علیہ السلام) کی درجن سے زائد شاخیں لاہور و دیگر شہروں میں قال اللہ و قال الرسول ﷺ کی تعلیم میں مصروف ہیں۔ 1967ء سے قائم اس عظیم درسگاہ کی بنیاد جس اخلاص اور للہیت پر رکھی گئی اس کی برکت سے اس پودے نے مختصر وقت میں تناور درخت کی صورت اختیار کر لی ہے جس کی گھنی چھاؤں سے امت مسلمہ کی ایک کثیر تعداد استفادہ کر رہی ہے۔ الحمد للہ۔ جامعہ کی بنیان و بنات کی کل 18 شاخوں میں 4000 سے زائد طلباء و طالبات زیر تعلیم ہیں۔

دینی و عصری تعلیم میں جامعہ کی خدمات اب کسی تعارف کی محتاج نہیں رہیں (لک الحمد ولک الشکر)۔ عصری تعلیم کی طرف بھی جامعہ کی خصوصی توجہ ہے الحمد للہ اتحوی بوائزہ ای سکول کے نام سے چوبرجی، شاہدرہ، ابراہیم مسجد اور مری میں چار شاخیں کام کر رہی ہیں، جہاں طلباء کو دینی ما حول میں سائنس و آرٹس کے ساتھ میڑک کروایا جاتا ہے۔

قارئین! انسانوں سے پیار و محبت اور ضرورت مندا انسانوں کی مدد کے عمل کو ہر دین اور نہ ہب میں تحسین کی نظر سے دیکھا جاتا ہے لیکن دین اسلام نے خدمتِ انسانیت کو بہترین اخلاق اور عظیم عبادت قرار دیا ہے صحابہ کرام ﷺ کی عمومی خدمت کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے اپنی ضرورتوں پر دوسروں کی ضرورتوں کو ترجیح دیتے تھے، یہی وجہ ہے کہ نسلِ نو کو علومِ نبویہ اور معیاری عصری تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ ادارہ نے دو سال قبل ایک قدم آگے بڑھاتے ہوئے رفاهی و فلاحی کاموں کا یہڑہ اٹھایا اور ”دارالتفویٰ ٹرسٹ“ کے نام سے ٹرسٹ رجسٹرڈ کرایا۔

اس ٹرسٹ نے رمضان المبارک میں کام کا آغاز کیا اور الحمد للہ متین حضرات کے تعاون سے پہلے ہی سال سینکڑوں غریب و نادار خاندانوں میں بنیادی انسانی ضروریات کی اشیاء پر مشتمل امدادی پکج تقسیم کئے، کورونا وبا کی وجہ سے بے روزگار ہونے والے سینکڑوں افراد کی مالی و اشیاء خور و نوش کے ذریعے مدد کی اور یہ سلسلہ اب ماہانہ بنیادوں پر جاری ہے۔ یہ ٹرسٹ الحمد للہ مستقل بنیادوں پر قائم ہو چکا ہے جو مختلف شعبوں میں اپنی رفاهی و فلاحی خدمات جاری رکھے ہوئے ہے اس کا مرکزی دفتر مرکزی شاخ جامعہ دارالتفویٰ واقع الہمال مسجد چوبہ بیگی لاہور میں ہے۔ حال ہی میں ”ٹرسٹ“ نے جن نئے شعبوں میں کام کا آغاز کیا ہے اس کی مختصر تفصیل قارئین کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے۔

مفہت تعلیم و وظائف کا اجراء ”ٹرسٹ“ کے تعاون سے سینکڑوں غریب نادار اور مستحق طلباء و طالبات کی تعلیم کا سلسلہ جاری ہے، مزید یہ کہ ہر ماہ بیسیوں طلباء و طالبات کی مدرسہ و سکول کی فیس بھی ادا کی جاتی ہے، علاوہ ازین مستحق اور ذہین طلباء کو وظائف بھی جاری کئے جاتے ہیں تاکہ وہ اپنے تعلیمی اخراجات پورے کر سکیں۔

غسل و تکفین کی سہولت: ”دارالتفویٰ ٹرسٹ“ نے غسل و تجهیز و تکفین کے عنوان سے ایک شعبہ قائم کیا ہے، جس کے مطابق میت کے غسل و کفن اور تجهیز و تکفین کا مفت انتظام کیا گیا ہے، میت مرد ہو یا خاتون اس کے غسل اور کفن کا انتظام ”دارالتفویٰ ٹرسٹ“ کا شعبہ تغییل و تکفین کرے گا۔ اس سلسلے میں جامعہ میں ایک جماعت بنائی گئی ہے جسے غسل و تجهیز و تکفین کی مکمل تربیت دی گئی ہے، یہ جماعت مردوں کی بھی ہے

اور خواتین کی بھی، جن کی خدمات بلاکاٹارنگ نسل اور فرقے کے ہر ایک کو ایک ٹیلی فون کال پر مہیا کی جائیں گی۔ یہ شعبہ اب تک درجنوں میتوں کی تغییل و تکفیر کرچکا ہے۔

واٹرفلٹریشن پلانٹ: پانی پلانا بہت بڑی نیکی ہے۔ پانی پلانے کو احادیث نبویہ میں صدقہ جاریہ فرمایا گیا ہے، جس کا ثواب مرنے کے بعد بھی انسان کو ملتا رہتا ہے، کنویں، بوریل، ٹینکی، واٹرفلٹریشن پلانٹ غیرہ کی شکل میں لوگوں کے لیے پانی کا نظم کرنا مرحومین کے لیے صدقہ جاریہ ہے۔ سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: اللہ کے رسول: میری والدہ وفات پا گئی ہیں اور ان کی طرف سے کوئی صدقہ افضل رہے گا؟ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: پانی کا صدقہ؛ چنانچہ انہوں نے ایک کنوں کھدا کر وقف کر دیا اور کہا یہ سعد کی والدہ کے ثواب کے لیے ہے۔

”خفر بئرا و قال: هذه لأم سعد“

(ابوداؤد: باب فضل سقی الماء، حدیث: ۱۶۸۳)

مرکزی شاخ میں ٹرسٹ نے چوبرجی و آس پاس کے علاقوں کی سہولت کے لئے واٹرفلٹریشن پلانٹ نصب کیا ہے جس سے یومیہ سینکڑوں خاندان فلٹر شدہ پانی حاصل کر رہے ہیں، دیگر علاقوں میں اسی طرح کے تین مزید پلانٹ لگانے کا کام جاری ہے۔ آپ بھی اپنے مرحومین کے ایصال ثواب کے لیے ایک پلانٹ کی تنصیب کا خرچ اپنے ذمہ لے سکتے ہیں۔

فری ایمبولینس ڈسپنسری: ”دارالاقوی ٹرسٹ“ کے زیر انتظام عنقریب ایمبولینس سروس و فری ڈسپنسری کا آغاز کیا جا رہا ہے، ایمبولینس کی تیاری آخری مراحل میں ہے جب کہ ڈسپنسری کی بلڈنگ بھی تکمیل کے مراحل میں ہے، بہت جلد ہر دو خدمات کا آغاز کر دیا جائے گا۔ بلاشبہ ایمبولینس سروس اور فری ڈسپنسری کا قیام اہل علاقہ کے لئے بہت بڑی سہولت کا باعث ہو گا۔

فرست ایڈ بکس: ”دارالاقوی ٹرسٹ“ نے ابتدائی طبی امداد کے باکس متعارف کرائے ہیں جو فرست ایڈ کے مکمل سامان پر مشتمل ہیں۔ یہ باکس پہلے مرحلے میں جامعہ کی ڈیڑھ درجن سے زائد شاخوں میں رکھے جا رہے ہیں بعد ازاں اس کے دائرے کو دیگر اداروں تک پھیلایا جائے گا۔ ان شاء اللہ فلاجی کاموں



میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں حضور پاک ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ ”لگوں میں سے اللہ کے ہاں سب سے پسندیدہ وہ ہیں جو انسانوں نے زیادہ نفع بخش ہوں“ دوسری جگہ فرمایا ”اعمال میں سے اللہ کے ہاں سب سے پسندیدہ وہ ہیں جن سے مسلمانوں کو خوشیاں ملیں، یا ان سے تکلیف دور ہو۔ یا ان سے قرض کی ادائیگی ہو یا ان سے بھوکوں کی بھوک دور ہو۔“

اس لئے ادارہ نے غرباء مسَاکین اور نادار لوگوں کی ضروریات پوری کرنے اور ان کی تکالیف دور کرنے کے لئے اپنی تیسیں کوششوں کا آغاز کیا ہے اور اپنے معاونین، معتمدین، مخلصین اور مخیر حضرات سے بھی اپیل کرتا ہے کہ خیر کے ان کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور اپنے صدقات خیرات اور زکوٰۃ سے ٹرست کے ساتھ تعاون فرمائیں تاکہ رفاهی کاموں کا یہ سلسلہ آگے سے آگے بڑھتا رہے۔ ہر قسمی معلومات کے لئے مندرجہ ذیل نمبر پر رابطہ کر سکتے ہیں اور ذیل میں دیئے گئے اکاؤنٹ میں اپنے صدقات خیرات و عطیات اور زکوٰۃ کے ذریعے تعاون فرمائسکتے ہیں۔

رابطہ نمبر: 03001582792

MCB Islamic Bank

TITAL ACOUNT:DARUL TAQWA TRUST

Account No1001820660001

والسلام

عبدالودود رباني

مدیر مسؤول

استخلاف فی الارض کا وعدہ کس کے ساتھ ہے

مولانا عاشق الہی بلند شہریؒ

اعوذ بالله من الشیطان الرجیم

بسم الله الرحمن الرحيم

وَعْدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّلِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا
أَسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيَنَهُمُ الَّذِي أَرَتَنَّ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ
بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشَرِّكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ
الْفُسِقُونَ

ترجمہ:

اور تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے اللہ نے ان سے وعدہ فرمایا ہے کہ انہیں ضرور ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے اور اس نے ان کے لیے جس دین کو پسند فرمایا ہے اسے ان کے لیے قوت دیا گا ان کے خوف کے بعد ضرور ضرور امن سے بدلتا گا۔ وہ میری عبادت کرتے ہیں میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہراتے اور جو شخص اس کے بعد ناشکری کریگا تو یہی لوگ نافرمان ہیں۔

تفسیر:

ایمان اور اعمال صالحہ والے بندوں سے استخلاف اور تمکین فی الارض کا وعدہ
معالم التزیل ص ۳۵۳ ج ۳ میں حضرت ابوالعلیٰ حنبلیہ تابعی سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ نزول وحی کی ابتداء کے بعد ہی سے ثابت قدمی کے ساتھ مقیم رہے اور کافروں کی



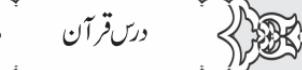
طرف سے جو تکلیفیں پہنچتی تھیں ان پر بار اُنہی صبر کرتے رہے صح شام ڈشمنوں کی طرف سے خائف رہتے تھے، پھر جب مدینہ منورہ کو ہجرت کرنے کا حکم دے دیا گیا تو مدینہ منورہ پہنچ گئے وہاں پہنچ پر بھی ڈشمنوں سے چھٹکارا نہ ہوا (یہودی بھی ڈشمن تھے اور منافقین سے بھی خطرہ رہتا تھا) اس لیے ہر شخص ہتھیار بند رہتا تھا۔ اسی اثناء میں ایک شخص کے منہ سے یہ نکل گیا تھا کہ کیا ہم پر کوئی ایسا دن بھی آئے گا جس میں ہم امن و امان سے ہو نگے اور ہتھیار ساتھ رکھنے کی ضرورت نہ ہوگی اس پر اللہ تعالیٰ شانہ نے آیت کریمہ (وَعَدَ اللَّهُ
الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّلِحَاتِ) (آخر تک نازل فرمائی) اللہ تعالیٰ شانہ نے حضرات صحابہ سے وعدہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں زمین پر خلیفہ بنائے گا تمہیں زمین میں اقتدار و اختیار دے گا، ڈشمن مغلوب ہو نگے عرب و عجم پر تمہارا سلطنت ہوگا ان سے پہلے جو اہل ایمان تھے ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے زمین میں خلیفہ بنایا اور اقتدار سپر فرمایا۔

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام میں حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت و سلطنت تو مشہور ہی ہے ان کے علاوہ بھی بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے حکومت عطا فرمائی اور زمین میں با اختیار اور با اقتدار بنایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو خطاب کر کے فرمایا

(يَقُومُ إِذْ كُرُوا بِنِعْمَةِ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ أَنْبِيَاءً وَجَعَلَكُمْ مُلُوْكًا وَأَنْكِمْ مَالَمْ يُؤْتِ أَحَدًا مِنَ الْعَلَمِيْنَ)

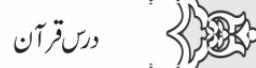
(اے میری قوم! تم اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو اس نے تمہیں عطا فرمائی جبکہ اس نے تم میں انبیاء بنائے اور تمہیں بادشاہ بنایا اور تم کو وہ کچھ دیا جو جہاں والوں میں سے کسی کو نہیں دیا)۔

اللہ تعالیٰ کا ہر وعدہ برحق ہے اس نے ہر وعدہ پورا فرمایا ہے اور آئندہ بھی اس کے سارے وعدے پورے ہو نگے۔ حضرات صحابہ کرام ؓ سے جو وعدہ فرمائے جو ایمان اور اعمال صالحی کی بنیاد پر تھے وہ سب پورے ہوئے عرب (جاز، یمن، شام، عراق، نجد) پر ان کا سلطنت ہوا ان کے بعد آنے والے مسلمانوں کی بڑی بڑی حکومتیں قائم رہیں۔ صد ہا سال افریقہ اور ایشیاء کے ممالک پر ان کا قبضہ رہا۔ انہیں پورا اختیار تھا کہ اپنے دین پر چلیں اور لوگوں کو چلا کیں۔ اسلام کی دعوت دیں اس کو پھیلا کیں



(وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ) کا پورا پورا مظاہرہ تھا نہایت سکون و اطمینان اور امن و امان کے ساتھ رہتے تھے۔ مکہ معنیٰ کی زندگی میں جو خوف و ہراس تھا پھر مدینہ منورہ میں جو چند سال خوف و خطرے کے گزرے اسے اللہ تعالیٰ نے امن سے بدل دیا۔ اور (وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا) میں جو وعدہ فرمایا تھا وہ دیکھتی آنکھوں پورا ہو گیا۔ اس وعدہ کے پورا فرمانے کے ساتھ (يَعْبُدُونَنِي لَا يُشَرِّكُونِي شَيْئًا) بھی فرمایا تھا جس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان اور اعمال صالحہ پر مضبوطی سے جمے رہیں اور کسی طرح کا شرک جلی یا خفی (عمل لغير اللہ) اختیار نہ کریں۔

مسلمانوں کا شرط کی خلاف ورزی کرنا اور اقتدار سے محروم ہونا: پھر ہوا یہ کہ مسلمانوں نے شرط کی خلاف ورزی کی۔ ایمان بھی کمزور ہو گیا اعمال صالحہ بھی چھوڑ بیٹھے۔ عبادت الہیہ سے بھی بپلو تھی کرنے لگے۔ ہذا بہت سے ملکوں سے حکومتیں ختم ہو گئیں۔ اور بہت سی جگہ خوف و ہراس پھیل گیا امن و امان تباہ ہو گیا۔ اور دشمنوں سے امن و امان کی اور اپنی حکومتیں باقی رکھنے کی بھیک مانگنے لگے۔ بڑی بڑی حکومتیں چھن جانے کے بعد اب بھی افریقہ اور ایشیاء میں مسلمانوں کی حکومتیں قائم ہیں اور زمین کے بہت بڑے حصے پر اب بھی انہیں اقتدار حاصل ہے۔ لیکن اصحاب اقتدار عموماً نام کے مسلمان ہیں۔ کہیں شیعیت کو جاگر کیا جا رہا ہے اور کہیں شیعیت کو امام بنارکھا ہے کہیں مغربی جمہوریت پر ایمان لائے ہوئے ہیں کہیں الحاد اور زندقة کو اپنارکھا ہے قانون ہے تو مغرب کا اور وضع قطع ہے تو نصاریٰ کی، پھر دشمن سے دبئے ہیں اور اسی کے کہنے کے مطابق کرتے ہیں۔ آپس میں جنگ ہے دشمنوں سے راز داری ہے قرآن مجید میں جو (لَا تَتَخَذُنَا بِطَاطَانَةً مِنْ دُونِكُمْ لَا يَالْوَنَكُمْ خَبَالًا) فرمایا ہے اس کی صریح خلاف ورزی ہے، ہر وقت خوف زدہ ہیں کہ دشمن ہمیں اقتدار سے نہ ہٹوادیں یا قتل نہ کروادیں۔ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے دور ہیں دشمنان اسلام کی فرمانبرداری میں لگے ہوئے ہیں۔ ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے اپنا بھرم اور مضبوط تسلط کھاں باقی رہ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ شناخت نے استخلاف اور تمکین کے وعدہ کے ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا تھا (وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ



ذِلِّكَ فَاؤْلَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ) (جو اس کے بعد ناشکری کرے گا تو یہی لوگ نافرمان ہیں) ہم نے لفظ کفر کا ترجمہ ناشکری سے کیا ہے یہ اس کا لغوی معنی ہے اور شریعت کی اصطلاح میں ایمان کے مقابلہ میں استعمال کیا جاتا ہے۔ یہاں دونوں معنی مراد ہو سکتے ہیں جو شخص کفر اختیار کر لے پورا نافرمان ہے ایسے شخص کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں رہا۔

اگر کوئی شخص کافر تو نہیں ہوا لیکن اعمال صالحہ سے دور ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری سے منہ موڑے ہوئے ہے اسے گوکافرنہ کہا جائے گا لیکن فاسق اور باغی ضرور ہے۔ جب ایسے لوگوں کی اکثریت ہوگی اور مونین صالحین اور علمائے عاملین کو برداشت کہا جائے گا اور عامۃ الناس قرآن و حدیث کی تعلیمات سے دور بھاگیں گے تو اللہ تعالیٰ کی مدد نہیں ہو گی، اللہ تعالیٰ نے مدد اٹھا لی ہے اس لیے حکومتیں ہوتے ہوئے بھی دشمنوں سے خائف ہیں اور ان کے دروازہ پر مال اور اقتدار کی دریوڑہ گری کرنے میں منہمک ہیں ڈرتے رہتے ہیں کہ دشمن کی نافرمانی کر لی تو کرسی جاتی رہے گی۔ کاش مسلمانوں کے جتنے ملک ہیں سب متحد ہوتے بلکہ ایک ہی امیر المؤمنین ہوتا جو سب کو کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے مطابق لے کر چلتا۔ اگر ایسا کر لیتے تو دشمن نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔ لیکن اب تو مسلمانوں کی خود غرضی نے مسلمانوں کے ملکوں کو اور ان کے اصحاب اقتدار کو دشمنوں کا کھلونا بنارکھا ہے۔

اگر آج بھی مسلمان مضبوط ایمان والے ہو جائیں اور اعمال صالحہ والے بن جائیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت خالصہ میں لگ جائیں تو پھر انشاء اللہ تعالیٰ وہی دن آجائیں گے جو خلافت راشدہ کے زمانہ میں اور ان کے بعد دیگر ملوک صالحین کے زمانہ میں تھے۔



سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ہماری زندگی

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ

بسم اللہ الرحمن الرحيم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ باعث سعادت ۱۲: ربيع الاول ہمارے معاشرے، ہمارے ملک اور خاص کر بر صغير میں باقاعدہ ایک جشن اور ایک تھوار کی شکل اختیار کر گئی ہے۔ جب ربيع الاول کا مہینہ آتا ہے تو سارے ملک میں سیرت النبی اور میلاد النبی کا ایک غیر متناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک تذکرہ اتنی بڑی سعادت ہے کہ اس کے برابر کوئی سعادت نہیں ہو سکتی۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں آپ کے مبارک تذکرہ کو اس ماہ ربيع الاول کے ساتھ بلکہ صرف ۱۲: ربيع الاول کے ساتھ مخصوص کر دیا گیا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ چونکہ ۱۲: ربيع الاول کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی۔ اس لئے آپ کا یوم ولادت منایا جائے گا اور اس میں آپ کی سیرت اور ولادت کا بیان ہو گا۔ لیکن یہ سب کچھ کرتے وقت ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ جس ذاتِ اقدس کی سیرت کا یہ بیان ہو رہا ہے اور جس ذاتِ اقدس کی ولادت کا یہ جشن منایا جا رہا ہے، خود اس ذاتِ اقدس کی تعلیم کیا ہے؟ اور اس تعلیم کے اندر اس قسم کا تصور موجود ہے یا نہیں؟۔

تاریخ انسانیت کا عظیم واقعہ: اس میں کسی مسلمان کو شبہ نہیں ہو سکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس دنیا میں تشریف لانا، تاریخ انسانیت کا اتنا عظیم واقعہ ہے کہ اس سے زیادہ پُرمُسرت،



اس سے زیادہ مبارک اور مقدس واقعہ اس روئے زمین پر پیش نہیں آیا، انسانیت کو نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کا نور ملا، آپ کی مقدس شخصیت کی برکات نصیب ہوئیں۔ یہ اتنا بڑا واقعہ ہے کہ تاریخ کا اور کوئی واقعہ اتنا بڑا نہیں ہو سکتا اور اگر اسلام میں کسی کی یوم پیدائش منانے کا کوئی تصور ہوتا تو سرکارِ دو عالم ﷺ کی یوم پیدائش سے زیادہ کوئی دن اس بات کا مستحق نہیں تھا کہ اس کو منایا جائے اور اس کو عید قربادیا جائے۔ لیکن نبوت کے بعد آپ ۲۳ سال اس دنیا میں تشریف فرم رہے اور ہر سال ربیع الاول کامہینہ آتا تھا، لیکن نہ صرف یہ کہ آپ نے ۱۲ ربیع الاول کو یوم پیدائش نہیں منایا، بلکہ آپ کے کسی صحابی کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں گزر اکہ چونکہ ۱۲ ربیع الاول آپ ﷺ کی پیدائش کا دن ہے اس لئے اس کو کسی خاص طریقے سے منانا چاہئے۔

۱۲ ربیع الاول اور صحابہ کرام ﷺ: اس کے بعد سرکارِ دو عالم ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے اور تقریباً سوا لاکھ صحابہ کرام کو اس دنیا میں چھوڑ گئے وہ صحابہ کرام ایسے تھے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کی ایک سانس کے بدے اپنی پوری جان خجاہو کرنے کیلئے تیار تھے۔ آپ ﷺ کے جانشیر، آپ ﷺ پر فدا کار، آپ ﷺ کے عاشق زار تھے۔ لیکن کوئی ایک صحابی ایسا نہیں ملے گا جس نے اہتمام کر کے یہ دن منایا ہو یا اس دن کوئی جلسہ منعقد کیا ہو۔ یا کوئی جلوس نکالا ہو، یا کوئی چراغاں کیا ہو، یا کوئی جھنڈیاں سجائی ہوں، صحابہ کرام نے ایسا کیوں کیا؟ اس لئے کہ اسلام کوئی رسول کا دین نہیں ہے۔ جیسا کہ دوسرے اہل مذاہب ہیں کہ ان کے ہاں چند رسومات ادا کرنے کا نام دین ہے۔ جب وہ رسومیں ادا کر لیں تو بس پھر چھٹی ہوگئی۔ بلکہ اسلام عمل کا دین ہے اور یہ تو جنم روگ ہے کہ پیدائش سے لے کر مرتے دم تک ہر انسان اپنی اصلاح کی فکر میں لگا رہے اور سرکارِ دو عالم ﷺ کی سنت کی اتباع میں لگا رہے۔

کرسمس کی ابتداء: یوم پیدائش منانے کا یہ تصور ہمارے ہاں عیسائیوں سے آیا ہے۔ حضرت عیسیٰ ﷺ کا یوم پیدائش کرسمس کے نام سے ۲۵ دسمبر کو منایا جاتا ہے۔ تاریخ انھا کر دیکھیں گے تو معلوم ہو گا کہ حضرت عیسیٰ ﷺ کے آسمان پر انھائے جانے کے تقریباً تین سو سال تک حضرت عیسیٰ ﷺ کے یوم پیدائش منانے کا کوئی تصور نہیں تھا۔ آپ کے حواریں اور صحابہ کرام ﷺ میں سے کسی نے یہ دن نہیں منایا، تین سو سال

کے بعد کچھ لوگوں نے یہ بدععت شروع کر دی اور یہ کہا کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یوم پیدائش منائیں گے۔ اس وقت بھی جو لوگ دین عیسیٰ پر پوری طرح عمل پیرا تھے انہوں نے ان سے کہا کہ تم نے یہ سلسلہ کیوں شروع کیا ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات میں تو یوم پیدائش منانے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس میں کیا حرج ہے؟ یہ کوئی ایسی بات تو نہیں ہے بلکہ اس دن جمع ہو جائیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کریں گے۔ ان کی تعلیمات کو یاد دلائیں گے اور اس کے ذریعے سے لوگوں میں ان کی تعلیمات پر عمل کرنے کا شوق پیدا ہوگا، اس لئے ہم کوئی گناہ کا کام تو نہیں کر رہے ہیں۔ چنانچہ یہ کہہ کر یہ سلسلہ شروع کر دیا۔

کرسمس کی موجودہ صورت حال: چنانچہ شروع شروع میں تو یہ ہوا کہ جب ۲۵ دسمبر کی تاریخ آتی تو چرچ میں ایک اجتماع ہوتا ایک پادری صاحب کھڑے ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات اور آپ کی سیرت بیان کرتے۔ اس کے بعد اجتماع برخواست ہو جاتا۔ گویا کہ بے ضرر اور معصوم طریقے پر یہ سلسلہ شروع ہوا۔ لیکن کچھ عرصہ گزرنے کے بعد انہوں نے سوچا کہ ہم پادری کی تقریر تو کرادیتے ہیں۔ مگر وہ خشک قسم کی تقریر ہوتی ہے۔ جس کا نتیجہ ہے کہ نوجوان اور شوقین مزاج لوگ تو اس میں شریک نہیں ہوتے، اس لئے اس کو ذرا لچسپ بنانا چاہئے، تاکہ لوگوں کے لئے دلکش ہو اور اس کو لچسپ بنانے کیلئے اس میں موسیقی ہونی چاہئے، چنانچہ اس کے بعد موسیقی پر نظمیں پڑھی جانے لگیں پھر انہوں نے دیکھا کہ موسیقی سے بھی کام نہیں چل رہا ہے، اس لئے اس میں ناج گانا بھی ہونا چاہئے، چنانچہ پھر ناج گانا بھی شامل ہو گیا پھر سوچا کہ اس میں کچھ تماشے بھی ہونے چاہئے۔ چنانچہ ہنسی مذاق کے کھیل تماشے شامل ہو گئے۔ چنانچہ ہوتے ہوتے یہ ہوا کہ وہ کرسمس جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات بیان کرنے کے نام پر شروع ہوا تھا، اب وہ عام جشن کی طرح ایک جشن بن گیا اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ناج گانا اس میں، موسیقی اس میں، شراب نوشی اس میں، قمار بازی اور جو اس میں گویا کہ اب دنیا بھر کی ساری خرافات کرسمس میں شامل ہو گئیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات پیچھے رہ گئیں۔

کرسمس کا انجام: اب آپ دیکھ لیجئے کہ مغربی ممالک میں جب کرسمس کا دن آتا ہے تو اس میں کیا طوفان برپا ہوتا ہے، اس ایک دن میں اتنی شراب پی جاتی ہے کہ پورے سال اتنی شراب نہیں پی جاتی۔

اس ایک دن میں اتنے حادثات ہوتے ہیں کہ پورے سال اتنے حادثات نہیں ہوتے، اسی ایک دن میں عورتوں کی عصمت دری اتنی ہوتی ہے کہ پورے سال اتنی نہیں ہوتی اور یہ سب کچھ حضرت عیسیٰ ﷺ کے یوم پیدائش کے نام پر ہو رہا ہے۔

میلاد انبی کی ابتداء: اللہ تعالیٰ انسان کی نفسیات اور اس کی کمزوریوں سے واقف ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ جانتے ہیں کہ اس کو ذرا سا شو شد دیا گیا تو یہ کہاں سے کہاں بات کو پہنچائے گا۔ اس واسطے کسی کے دن منانے کا کوئی تصور ہی نہیں رکھا۔ جس طرح ”کرسمس“ کے ساتھ ہوا، اسی طرح یہاں بھی ہوا کہ کسی بادشاہ کے دل میں خیال آگیا کہ جب عیسیٰ لوگ حضرت عیسیٰ ﷺ کا یوم پیدائش منانے ہیں تو ہم حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم پیدائش کیوں نہ منائیں؟ چنانچہ یہ کہہ کر اس بادشاہ نے میلاد کا سلسلہ شروع کر دیا، شروع میں یہاں بھی بھی ہوا کہ میلاد ہوا جس میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا بیان ہوا اور کچھ نعمتیں پڑھی گئیں۔ لیکن اب آپ دیکھ لیں کہ کہاں تک نوبت پہنچ چکی ہے۔ یہ ہندوانہ جشن ہے یہ تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مجھزہ ہے کہ چودہ سو سال گزرنے کے باوجود الحمد للہ وہاں تک ابھی نوبت نہیں پہنچی جس طرح عیسائیوں کے ہاں پہنچ چکی ہے۔ لیکن اب بھی دیکھ لو کہ سڑکوں پر کیا ہو رہا ہے، کس طرح روضہ اقدس کی شبیہیں کھڑی کی ہوئی ہیں، کس طرح کعبہ شریف کی شبیہیں کھڑی کی ہوئی ہیں۔ کس طرح لوگ اس کے ارد گرد طواف کر رہے ہیں کس طرح اس کے چاروں طرف ریکارڈنگ ہو رہی ہے، کس طرح چراغاں کیا جا رہا ہے اور کس طرح جھنڈیاں سجائی جا رہی ہیں، معاذ اللہ ایسا معلوم ہو رہا ہے یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا جشن نہیں ہے بلکہ جیسے ہندوؤں اور عیسائیوں کا عام جشن ہوتے ہیں اس طرح کا کوئی جشن ہے اور رفتہ رفتہ ساری خرابیاں اس میں جمع ہو رہی ہیں۔ یہ اسلام کا طریقہ نہیں سب سے بڑی خرابی یہ سب کچھ دین کے نام پر ہو رہا ہے اور یہ سب کچھ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نام پر ہو رہا ہے اور سب کچھ ہو رہا ہے کہ یہ بڑے اجر و ثواب کا کام ہے اور یہ خیال کر رہے ہیں کہ آج ۱۲ ربیع الاول کو چراغاں کر کے اور اپنی عمارتوں کو روشن کر کے اور اپنے راستوں کو سجا کر ہم نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کا حق ادا کر دیا اور اگر ان سے پوچھا جائے کہ آپ دین پر عمل نہیں

کرتے؟ تو جواب دیتے ہیں ہمارے یہاں تو میلاد ہوتا ہے ہمارے یہاں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یوم پیدائش پر چراغاں ہوتا ہے اس طرح دین کا حق ادا ہو رہا ہے۔

حالانکہ یہ طریقہ اسلام کا طریقہ نہیں ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نہیں ہے۔ آپ کے صحابہ کرام صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نہیں ہے اور اگر اس طریقے میں خیر و برکت ہوتی تو ابو بکر صدیق، فاروق اعظم، عثمان غنیم اور علی مرضیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے چونکے والے نہیں تھے۔ جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں صحابہ کرام صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشق ہوں اور صحابہ کرام سے زیادہ محبت رکھنے والا ہوں وہ حقیقت میں پاگل ہے، بے وقوف اور احمق ہے۔ اس لئے کہ صحابہ کرام سے بڑا عاشق اور محب کوئی اور نہیں ہو سکتا۔

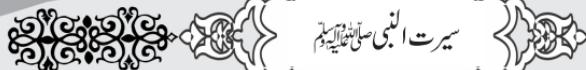
آپ کا مقصد بعثت کیا تھا؟: صحابہ کرام صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ نہ جلوس ہے، نہ جلسہ ہے، نہ چراغاں ہے نہ جھنڈی ہے، اور نہ سجاوٹ ہے۔ لیکن ایک چیز ہے وہ یہ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ زندگیوں میں رچی بُسی ہوئی ہے۔ ان کا ہر دن سیرتِ طیبہ کا دن ہے۔ ان کا ہر لمحہ سیرتِ طیبہ کا لمحہ ہے۔

ان کا ہر کام سیرتِ طیبہ کا کام ہے، کوئی کام ایسا نہیں تھا جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ سے خالی ہو۔ چونکہ وہ جانتے تھے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے دنیا میں تشریف نہیں لائے تھے کہ اپنا دن منوا نکیں اور اپنی تعریفیں کرائیں۔ اپنی شان میں قصیدے پڑھوائیں، خدا نہ کرے اگر یہ مقصود ہوتا تو جس وقت کفار مکہ نے آپ کو یہ پیشکش کی تھی کہ اگر آپ سردار بننا چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اپنا سردار بنانے کیلئے تیار ہیں۔ اگر آپ مال و دولت کے طلبگار ہیں تو مال و دولت کے ڈھیر آپ کے قدموں میں لانے کیلئے تیار ہیں، اگر آپ حسن و جمال کے طلبگار ہیں تو عرب کا منتخب حسن و جمال آپ کی خدمت میں نذر کیا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ آپ اپنی تعلیمات کو چھوڑ دیں اور یہ دعوت کا کام چھوڑ دیں۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ چیزیں مطلوب ہوتیں تو آپ ان کی اس پیشکش کو قبول کر لیتے۔ سرداری بھی ملتی، روپیہ پیسہ بھی مل جاتا اور دنیا کی ساری نعمتیں حاصل ہو جاتیں۔

تعلیماتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا نور درکار ہے: قرآن کریم نے ایک اور جگہ پر کیا خوبصورت جملہ ارشاد فرمایا کہ: قد جاءكم من الله نورٌ وَ كِتابٌ مبينٌ۔ (سورہ المائدہ۔ ۱۵) یعنی تمہارے

پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک توکھی کتاب یعنی قرآن آیا ہے اور اس کے ساتھ ایک نور آیا ہے اس آیت میں اشارہ اس بات کی طرف کر دیا کہ اگر کسی کے پاس کتاب موجود ہے اور کتاب میں سب کچھ لکھا ہے، لیکن اس کے پاس روشنی نہیں ہے نہ سورج کی روشنی ہے، نہ بجلی کی روشنی ہے، نہ چراغ کی روشنی ہے، بلکہ اندھیرا ہے۔ اس لئے اب روشنی کے بغیر اس کتاب سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ اسی طرح اگر دن کی روشنی موجود ہے، بجلی کی روشنی موجود ہے، لیکن آنکھ کی روشنی نہیں ہے تب بھی کتاب سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ لہذا جس طرح روشنی کے بغیر کتاب سے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا، اسی طرح ہم نے قرآن کریم کے ساتھ محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کا نور بھیجا ہے جب تک تعلیمات کا یہ نور تمہارے پاس نہیں ہوگا، تم قرآن کریم نہیں سمجھ سکو گے اور اس پر عمل کرنے کا طریقہ تمہیں نہیں آیا گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سراپا نور ہیں: بعض ناہل اور ناقدر شناس لوگ اس آیت کا یہ مطلب نکالتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ذاتی اعتبار سے بشر نہیں تھے۔ بلکہ ”نور“ تھے اور یہ تو دیکھو کہ یہ بجلی کا نور، یہ ٹیوب لائٹ کا نور، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے نور کے آگے کیا حیثیت رکھتا ہے؟ درحقیقت اس آیت میں یہ بتانا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ تعلیم دے رہے ہیں یہ وہ نور ہے جس کے ذریعے تم کتاب میں پر صحیح صحیح عمل کر سکو گے اور اس نمونے کے بغیر تمہیں صحیح طرح عمل کرنے میں دشواری ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس لئے مبوعث فرمایا کہ آپ کی تعلیمات کا نور کتاب اللہ کی عملی تشریح کرے گا۔ یہ تمہیں تربیت دے گا اور تمہارے سامنے ایک عملی نمونہ پیش کر کے دکھائے گا کہ یہ دیکھو اللہ کی کتاب پر اس طرح عمل کیا جاتا ہے اور اب ہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو ایک مکمل اور کامل نمونہ بنادیا یہ ایسا نمونہ ہے کہ انسانیت اس کی نظر پیش کرنے سے عاجز ہے اور یہ نمونہ اس لئے بھیجا ہے کہ تم اس کو دیکھو، اور اس کی نقل اُتاو تمہارا کام بس یہی ہے۔ آپ کی ذات ہر شعبۂ زندگی کا نمونہ تھی اگر تم باپ ہو تو یہ دیکھو کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے باپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے؟ اگر تم شوہر ہو تو دیکھو کہ عائشہ اور خدیجہ کے شوہر صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے؟ اگر تم حاکم ہو تو یہ دیکھو کہ مدینہ کے حاکم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح حکومت کی؟ اگر تم مزدور ہو تو یہ



دیکھو کہ مکہ کی پہاڑیوں پر بکریاں چرانے والے مزدور صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے؟ اگر تم تاجر ہو تو یہ دیکھو کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کی تجارت میں کیا طریقہ اختیار فرمایا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارت بھی کی، زراعت بھی کی، سیاست بھی کی، معیشت بھی کی، زندگی کا کوئی شعبہ نہیں چھوڑا جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات نمونہ کے طور پر موجود نہ ہو، بس! تم اس نمونے کو دیکھو اور اس کی پیروی کرو، اسی مقصد کیلئے ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ہے اسلام نہیں بھیجا کہ آپ کا یوم پیدائش منایا جائے اس لئے نہیں بھیجا کہ آپ کا جشن منا کریے سمجھ لیا جائے کہ ہم نے ان کا حق ادا کر دیا بلکہ اس لئے بھیجا کہ ان کی ایسی اتباع کرو، جیسی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اتباع کر کے دکھائی۔

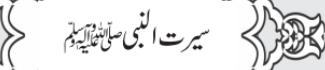
مجلس کا ایک ادب: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہر آن اس بات کا دھیان تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کس طرح ہو؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ویسے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہیں بن گئے۔ سنئے! ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں خطبہ دے رہے تھے خطبہ کے دوران آپ نے دیکھا کہ کچھ لوگ مسجد کے کناروں پر کھڑے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ آج کل بھی آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب کوئی تقریر یا جلسہ ہوتا ہے تو کچھ لوگ کناروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں وہ لوگ نہ تو بیٹھتے ہیں اور نہ جاتے ہیں اس طرح کناروں پر کھڑا ہونا مجلس کے ادب کے خلاف ہے، اگر تمہیں سننا ہے تو بیٹھ جاؤ اور اگر نہیں سننا ہے تو جاؤ اپنا راستہ دیکھو، اس لئے کہ اس طرح کھڑے رہنے سے بولنے والے کاذب ہیں بھی تشویش میں مبتلا ہوتا ہے اور سننے والوں کا ذہن بھی انتشار کا شکار رہتا ہے۔ اتباع ہو تو ایسی بہر حال! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کناروں پر کھڑے ہوئے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ”بیٹھ جاؤ“، جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اس وقت حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ باہر سڑک پر تھے اور مسجد نبوی کی طرف آرہے تھے اور ابھی مسجد میں داخل نہیں ہوئے تھے کہ اس وقت ان کے کان میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ آواز آئی کہ ”بیٹھ جاؤ“، آپ وہیں سڑک پر بیٹھ گئے، خطبہ کے بعد جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تو بیٹھنے کا حکم ان لوگوں کو دیا تھا جو یہاں مسجد کے کناروں پر کھڑے ہوئے تھے، لیکن تم تو سڑک پر تھے اور سڑک پر بیٹھنے کو تو میں نے نہیں کہا تھا، تم وہاں کیوں بیٹھ گئے؟ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ جب



حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کان میں پڑ گیا کہ ”بیٹھ جاؤ“، تو پھر عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی محال نہیں تھی کہ وہ ایک قدم آگے بڑھائے۔ اور یہ بات نہیں تھی کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس بات کو جانتے نہیں تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مجھے سڑک پر بیٹھنے کا حکم نہیں دے رہے تھے، بلکہ اصل بات یہ تھی کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کان میں پڑ گیا کہ ”بیٹھ جاؤ“، تو اب اس کے بعد قدم نہیں اٹھ سکتا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اتباع کا یہ حال تھا، ویسے ہی صحابہ کرام نہیں بن گئے تھے، عشق و محبت کے دعویدار تو بہت ہیں لیکن ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسا عشق کوئی لے کر تو آئے۔

میدانِ جنگ میں ادب کا لحاظ: میدانِ احمد میں حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ سر کارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تیر بر سائے جا رہے ہیں، تیروں کی بارش ہو رہی ہے، حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ چاہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آڑ بن جائیں، لیکن اگر ان تیروں کی طرف سینہ کر کے آڑ بنتے ہیں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پشت ہو جاتی ہے اور یہ گوار نہیں کہ میدانِ جنگ میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پشت ہو جائے۔ چنانچہ آپ نے اپنا سینہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اور پشت کفار کے تیروں کی طرف کر دی اور اس طرح تیروں کو اپنی پشت پر لے رہے تھے، تاکہ جنگ کے میدان میں بھی یہ بے ادبی نہ ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پشت ہو جائے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا واقعہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ مسجد نبوی سے بہت دور مکان لے لیا تھا، وہاں رہنے لگے تھے اور دوری کی وجہ سے وہاں سے روزانہ مسجد نبوی میں حاضری دینا مشکل تھا، چنانچہ ان کے قریب ایک صاحب رہتے تھے ان سے یہ طے کر لیا تھا کہ ایک دن تم مسجد نبوی چلے جایا کرو اور ایک دن میں جایا کروں گا۔ جس دن تم جاؤ اس دن واپس آ کر مجھے یہ بتانا کہ آج حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا باتیں ارشاد فرمائیں۔ تاکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی کوئی بات چھوٹنے نہ پائے۔ اس طرح صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی چھوٹی باتوں اور سنتوں پر جان دی ہے۔



اپنے آقا کی سنت نہیں چھوڑ سکتا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ کے موقع پر معاملات طے کرنے کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی بن کر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے، وہاں جا کر اپنے چچا زاد بھائی کے گھر ٹھہر گئے اور جب صحیح کے وقت مکہ کے سرداروں سے مذاکرات کیلئے گھر سے جانے لگے تو اس وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا پاجامہ ٹخنوں سے اوپر آدمی پنڈلی تک تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یہ تھا کہ ٹخنوں سے نیچے آزار لٹکانا تو بالکل ناجائز ہے۔ لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول اور عادت یہ تھی کہ آپ آدمی پنڈلی تک اپنا ازار رکھتے تھے اس سے نیچے نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی نے کہا کہ جناب! عربوں کا دستور ہے کہ جس شخص کا ازار اور تہبیند جتنا لٹکا ہوا ہو، اتنا ہی اس آدمی کو بڑا سمجھا جاتا ہے اور سردار قسم کے لوگ اپنی ازار کو لٹکا کر رکھتے ہیں اس لئے اگر آپ اپنی ازار اس طرح اونچی پہن کر ان لوگوں کے پاس جائیں گے تو اس صورت میں ان کی نظروں میں آپ کی وقعت نہیں ہوگی اور مذاکرات میں جان نہیں پڑے گی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب اپنے چچا زاد بھائی کی باتیں سنیں تو ایک ہی جواب دیا فرمایا کہ: لا! هکذا ازرة صاحبنا ﷺ نہیں میں اپنا ازار اس سے نیچا نہیں کر سکتا، میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ازار ایسا ہی ہے۔ یعنی اب یہ لوگ مجھے اچھا سمجھیں، یا بڑا سمجھیں میری عزت کریں یا بے عزتی کریں، جو چاہیں کریں مجھے اس کی کوئی پراہ نہیں، میں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ازار دیکھ چکا ہوں اور آپ کا جیسا ازار ہے، ویسا ہی میرا رہے گا اسے میں تبدیل نہیں کر سکتا۔ ان احمقوں کی وجہ سے سنت چھوڑ دوں؟ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ (فتح ایران) نے جب ایران میں کسری پر حملہ کیا گیا تو اس نے مذاکرات کیلئے آپ رضی اللہ عنہ کو دربار میں بلا یا۔ آپ وہاں تشریف لے گئے۔ جب وہاں پہنچے تو تواضع کے طور پر پہلے ان کے سامنے کھانا لا کر رکھا گیا، چنانچہ آپ نے کھانا شروع کیا، کھانے کے دوران آپ کے ہاتھ سے ایک نوالہ نیچے گر گیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم یہ ہے کہ اگر نوالہ نیچے گر جائے تو اس کو ضائع نہ کرو وہ اللہ کا رزق ہے اور یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رزق کے کون سے حصے میں برکت رکھی ہے، اس لئے اس نوالے کی ناقدرتی نہ کرو، بلکہ اس کو اٹھالو، اگر اس کے اوپر مٹی

لگ گئی ہے تو اس کو صاف کرلو، اور پھر کھالو۔ چنانچہ جب نوالہ نیچے گرا تو حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو یہ حدیث یاد آگئی اور آپ نے اس نوالے کو اٹھانے کیلئے نیچے ہاتھ بڑھایا۔

آپ کے برابر ایک صاحب بیٹھے تھے انہوں نے آپ کو کہنی مار کر اشارہ کیا کہ یہ کیا کر رہے ہو۔ یہ تو دنیا کی سپر طاقت کسری کا دربار ہے، اگر تم اس دربار میں زمین پر گرا ہو نوالہ اٹھا کر کھاؤ گے تو ان لوگوں کے ذہنوں میں تمہاری وقت نہیں رہے گی اور یہ سمجھیں گے کہ یہ بڑے ندیدہ قسم کے لوگ ہیں اس لئے یہ نوالہ اٹھا کر کھانے کا موقع نہیں آج اس کو چھوڑ دو۔ جواب میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے کیا عجیب جملہ ارشاد فرمایا: آتر ک سنت رسول اللہ ﷺ لہو لا احمد می؟ کیا میں ان احمقوں کی وجہ سے سر کارِ دو عالم ﷺ کی سنت چھوڑ دوں؟ چاہے یہ اچھا سمجھیں یا بُرا سمجھیں، عزت کریں یا ذلت کریں، یا مذاق اُڑائیں، لیکن میں سر کارِ دو عالم ﷺ کی سنت نہیں چھوڑ سکتا۔ کسری کے غرور کو خاک میں ملا دیا ب بتائیے کہ انہوں نے اپنی عزت کرائی یا آج ہم سنتیں چھوڑ کر کروار ہے ہیں؟ عزت انہوں نے ہی کرائی اور ایسی عزت کرائی کہ ایک طرف تو سنت پر عمل کرتے ہوئے نوالہ اٹھا کر کھایا تو دوسری طرف ایران کے وہ کچ کلاہ جو غرور کے مجسمے بنے ہوئے تھے ان کا غرور ایسا خاک میں ملا یا کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمادیا کہ: اذا هلكَ كسرى فلا كسرى بعده کہ جس دن کسری ہلاک ہوا، اس کے بعد کوئی کسری نہیں ہے، دنیا سے اس کا نام و نشان مٹ گیا۔ اپنا لباس نہیں چھوڑیں گے اس واقعہ سے پہلے یہ ہوا کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اور حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ جب مذاکرات کیلئے جانے لگے اور کسری کے محل میں داخل ہونے لگے تو اس وقت وہ اپنا وہی سیدھا سادھا لباس پہنے ہوئے تھے۔

چونکہ لمبا سفر کر کے آئے تھے اس لئے ہو سکتا ہے کہ وہ کپڑے کچھ میلے بھی ہوں، دربار کے دروازے پر جو دربان تھا اس نے آپ کو اندر جانے سے روک دیا اس نے کہا کہ تم اتنے بڑے بادشاہ کسری کے دربار میں ایسے لباس میں جا رہے ہو؟ اور یہ کہہ کر اس نے ایک جبہ دیا کہ آپ یہ جبہ پہن کر جائیں حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ نے اس دربان سے کہا کہ اگر کسری کے دربار میں جانے کیلئے اس کا دیا ہوا جبہ پہننا ضروری ہے تو پھر ہمیں اس کے دربار میں جانے کی کوئی ضرورت نہیں، اگر ہم جائیں گے تو اسی لباس

میں جائیں گے اور اگر اس کو اس لباس میں ملنا منظور نہیں تو پھر ہمیں بھی اس سے ملنے کا کوئی شوق نہیں۔ لہذا ہم واپس جا رہے ہیں۔ تلوار دیکھ لی۔۔۔ بازو بھی دیکھا اس دربان نے اندر پیغام بھیجا کہ یہ عجیب قسم کے لوگ آئے ہیں جو جب لینے کو بھی تیار نہیں اس دوران حضرت ربیع بن عامر رضی اللہ عنہ اپنی تلوار کے اوپر لپٹی ہوئی کرتے توں کو درست کرنے لگے جو تلوار کے ٹوٹے ہوئے حصے پر لپٹی ہوئی تھیں۔ اس چوکیدار نے تلوار دیکھ کر کہا: ذرا مجھے اپنی تلوار تو دکھاؤ، آپ نے وہ تلوار اس کو دے دی اس نے وہ تلوار دیکھ کر کہا کہ کیا تم اس تلوار سے ایران فتح کرو گے؟ حضرت ربیع بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابھی تک تم نے صرف تلوار دیکھی ہے تلوار چلانے والا ہاتھ نہیں دیکھا اس نے کہا کہ اچھا ہا تھوڑی دکھادو حضرت ربیع بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاتھ دیکھنا چاہتے ہو تو ایسا کرو کہ تمہارے پاس تلوار کا وار روکنے والی جو سب سے زیادہ مضبوط ڈھال ہو وہ منگوالا اور پھر میرا ہاتھ دیکھو، چنانچہ وہاں جو سب سے زیادہ مضبوط لو ہے کی ڈھال تھی، جس کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا تھا کہ کوئی تلوار اس کو نہیں کاٹ سکتی وہ منگوالی گئی۔ حضرت ربیع بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کوئی شخص اس کو میرے سامنے لے کر کھڑا ہو جائے، چنانچہ ایک آدمی اس ڈھال کو لے کر کھڑا ہو گیا تو حضرت ربیع بن عامر رضی اللہ عنہ نے وہ تلوار جس پر کتر نیں لپٹی ہوئی تھیں، اس کا ایک وار جو کیا تو اس ڈھال کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ سب لوگ یہ نظارہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ خدا جانے یہ کیسی مخلوق آگئی ہے۔

یہ ہیں فتح ایران بہر حال! اس کے بعد دربان نے اندر پیغام بھیجا کہ یہ ایک عجیب و غریب مخلوق آئی ہے جونہ تمہارا دیا ہوا لباس پہنتی ہے، اور ان کی تلوار بظاہر ٹوٹی پھوٹی نظر آتی ہے لیکن اس نے ڈھال کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد ان کو اندر بلوایا گیا۔۔۔ کسری کے دربار کا دستور یہ تھا کہ وہ خود تو کرسی پر بیٹھا رہتا تھا اور سارے درباری سامنے کھڑے رہتے تھے۔ حضرت ربیع بن عامر رضی اللہ عنہ نے کسری سے کہا ہم محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے پیروکار ہیں اور حضور اقدس ﷺ نے ہمیں اس بات سے منع کیا ہے کہ ایک آدمی بیٹھا رہے اور باقی آدمی اس کے سامنے کھڑے رہیں، لہذا ہم اس طرح سے مذکرات کرنے کیلئے تیار نہیں، یا تو ہمارے لئے بھی کرسیاں منگوا نہیں جائیں یا کسری بھی ہمارے سامنے کھڑا ہو۔ کسری نے

جب یہ دیکھا کہ یہ لوگ تو ہماری توہین کرنے کیلئے آگئے، چنانچہ اس نے حکم دیا کہ ایک مٹی کا ٹوکرہ بھر کر ان کے سر پر رکھ کر ان کو واپس روانہ کر دو، میں ان سے بات نہیں کرتا، چنانچہ ایک مٹی کا ٹوکرہ ان کو دیدیا گیا۔

حضرت ربیع بن عامر رضی اللہ عنہ جب دربار سے نکلنے لگے تو جاتے ہوئے یہ کہا کہ: اے کسری! یہ بات یاد رکھنا کہ تم نے ایران کی مٹی ہمیں دے دی۔ یہ کہہ کر روانہ ہو گئے۔ ایرانی لوگ بڑے توہم پرست قسم کے لوگ تھے، انہوں نے سوچا کہ ایران کی مٹی ہمیں دے دے یہ تو بڑی بدفافی ہو گئی اب کسری نے فوراً ایک آدمی پیچھے دوڑایا کہ جاؤ جلدی سے وہ مٹی کا ٹوکرہ واپس لے آؤ۔ اب حضرت ربیع بن عامر رضی اللہ عنہ کہاں ہاتھ آنے والے تھے چنانچہ وہ لے جانے میں کامیاب ہو گئے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا تھا کہ ایران کی مٹی انہی ٹوٹی ہوئی تواروں کے ہاتھ میں ہے۔

آج مسلمان ذلیل کیوں؟: حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سنتوں کی اتباع میں آپ کی سنتوں کی تعمیل میں ان حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے دنیا بھر میں اپنا لواہا منوا یا اور آج ہم پر یہ خوف مسلط ہے کہ اگر فلاں سنت پر عمل کر لیا تو لوگ کیا کہیں گے، اگر فلاں سنت پر عمل کر لیا تو دنیا والے مذاق اڑائیں گے۔ انگلینڈ مذاق اڑائے گا۔ فلاں ملک والے مذاق اڑائیں گے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ساری دنیا میں آج ذلیل ہو رہے ہیں۔ آج دنیا کی ایک تہائی آبادی مسلمانوں کی ہے آج دنیا میں جتنے مسلمان ہیں اتنے مسلمان اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئے اور آج مسلمانوں کے پاس جتنے وسائل ہیں اتنے وسائل اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئے۔ لیکن حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمادیا تھا کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ تمہاری تعداد تو بہت ہو گی لیکن تم ایسے ہو گے جیسے سیلا ب میں بہتے ہوئے تنکے ہوتے ہیں۔ جن کا اپنا کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ آج ہمارا یہ حال ہے کہ اپنے دشمنوں کو راضی کرنے کیلئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ اپنے اخلاق چھوڑے، اپنے اعمال چھوڑے، اپنی سیرتیں چھوڑیں، اپنے کردار چھوڑے اور اپنی صورت تک بدل ڈالی سر سے لے کر پاؤں تک ان کی نقل اُتار کر یہ دکھادیا کہ ہم تمہارے غلام ہیں۔

لیکن وہ پھر بھی خوش نہیں ہیں اور روزانہ پٹائی کرتے ہیں کبھی اسرائیل پٹائی کر رہا ہے کبھی کوئی

دوسرے ایک پٹائی کر رہا ہے الہذا ایک مسلمان جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت چھوڑ دے گا تو یاد رکھوں کیلئے ذلت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ ہنسے جانے سے جب تک ڈروگے ایک شاعر گزرے ہیں اسعد ملتانی رحمۃ اللہ علیہ مرحوم انہوں نے بڑے اچھے حکیمانہ شعر کہے ہیں۔ فرماتے ہیں:

کسی کا آستانہ اونچا ہے اتنا کہ سر جھک کر بھی اونچا ہی رہے گا

ہنسے جانے سے جب تک تم ڈروگے زمانہ تم پر ہنستا ہی رہے گا

جب تک تم اس بات سے ڈروگے کہ فلاں ہنسے گا، فلاں مذاق اُڑائے گا تو زمانہ ہنستا ہی رہے گا اور دیکھ لو کہ ہنس رہا ہے اور اگر تم نے نبی کریم سرورِ دنیا مسلمان صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک پر اپنا سر کھد دیا اور آپ کی سنتوں کی اتباع کر لی تو پھر دیکھو کہ دنیا تمہاری کیسی عزت کرتی ہے۔ صاحب ایمان کے لئے اتباع سنت لازم ہے یہاں ایک بات اور عرض کر دوں وہ یہ کہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ سنتیں چھوڑنے سے ذلت ہوتی ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ سارے کفار و مشرکین امریکہ اور دوسرے یورپی ممالک والے سب نے سنتیں چھوڑ رکھی ہیں اور اس کے باوجود وہ خوب ترقی کر رہے ہیں اور خوب ان کی عزت ہو رہی ہے ان کو کیوں ترقی ہو رہی ہے؟ باتِ اصل میں یہ ہے کہ تم صاحب ایمان ہو تم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھا ہے تم جب تک ان کے قدموں پر سرنہیں رکھو گے، اس وقت تک اس دنیا میں تمہاری پٹائی ہوتی رہے گی اور تمہیں عزت حاصل نہیں ہو گی کافروں کے لئے تو صرف دنیا ہی دنیا ہے وہ اس دنیا میں ترقی کریں عزت کرائیں جو چاہے کرائیں تم اپنے آپ کو ان پر قیاس مت کرو، چودہ سو سال کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں جب تک مسلمانوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کیا اس وقت تک عزت بھی پائی شوکت بھی حاصل کی اقتدار بھی حاصل کیا، لیکن جب سنتیں چھوڑ دیں ہیں اس وقت سے دیکھ لو کیا حالت ہے۔

اپنی زندگی کا جائزہ لیں: بہر حال! تقریر تو ہوتی رہتی ہے، جلسے بھی ہوتے رہتے ہیں، لیکن اس تقریر کے نتیجے میں ہمارے اندر کیا فرق واقع ہوا؟ اس لئے آج ایک کام کا عہد کریں کہ ہم اس بات کا جائزہ لیں گے کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کون سی سنت پر عمل کر رہے ہیں اور کون سی سنت پر عمل نہیں

کر رہے ہیں اور کون سی سنت ایسی ہے جس پر ہم فوراً عمل شروع کر سکتے ہیں اور کون سی سنت ایسی ہے جس میں تھوڑی سی توجہ کی ضرورت ہے؟ لہذا جو سنت ایسی ہے جس کو ہم فوراً شروع کر سکتے ہیں وہ آج سے شروع کر دیں اور اس کا اہتمام کریں۔ اللہ کے محبوب بن جاؤ۔ ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ بیت الخلاء یا غسل خانے میں داخل ہو رہے ہو، بایاں پاؤں پہلے داخل کرو اور داخل ہونے سے پہلے یہ دعا پڑھ لو کہ ”اللّٰهُمَّ انِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخَبَثِ الْخَبَاشِ“، اور یہ نیت کرو کہ یہ کام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کر رہا ہوں بس پھر جس وقت یہ کام کرو گے اللہ تعالیٰ کی محبوبیت حاصل ہو جائیگی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ：فَاتَّبِعُونِي يَحِبُّكُمْ اللَّهُ۝۔ (سورہ آل عمران۔ ۳۱) ”اگر تم میری اتباع کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا محبوب بنالیں گے۔“ لہذا اگرچھوٹے چھوٹے کام سنت کے لحاظ کرتے ہوئے کر لئے جائیں تو بس محبوبیت حاصل ہونے لگے گی اور جب سراپا اتباع بن جاؤ گے تو کامل محبوب ہو جاؤ گے ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ میں نے متوں اس بات کی ریاضت اور مشق کی ہے کہ گھر میں داخل ہوا کھانا سامنے چنا ہوا ہے، بھوک شدت کی لگی ہوئی ہے اور کھانے کو دل چاہ رہا ہے لیکن ایک لمحے کیلئے رک گئے کہ کھانا نہیں کھائیں گے پھر دوسرے لمحے دل میں خیال لائے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تھی کہ جب آپ کے سامنے اچھا کھانا آتا تھا تو آپ اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر ادا کر کے کھا لیتے تھے اب ہم بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کھانا کھائیں گے۔

ایک ایک سنت دیکھتے جائیں اور اپنی زندگی میں داخل کرتے جائیں۔ پھر دیکھو گے انشاء اللہ ان سنتوں کا کیسا نور حاصل ہوتا ہے اور پھر تمہارا ہر دن سیرت النبی ﷺ کا دن ہو گا اور ہر لمحہ سیرت النبی ﷺ کا لمحہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین



ربيع الاول، بدعاوٰت و منکرات سے بچیں!

مولانا عزیز الرحمن مدظلہم، استاذ الحدیث جامعہ دارالعلوم کراچی سرور کوئین، آقائے نامدار، رحمۃ للعالمین، محسن انسانیت، ہادیٰ عظیم، مصطفیٰ مجتبی، شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم نے راجح قول کے مطابق ۸ ربیع الاول بروز دوشنبہ سنہ ۷۵ صبح صادق کے وقت عبداللہ بن عبدالمطلب کے گھر آنکھ کھولی، باپ کا سایہ ولادت سے پہلے ہی سر سے اٹھ چکا تھا، چار سو کفر و شرک اور جہالت و ظلمت کا دور دورہ تھا، سنگدلي اور بے رحمی ہر فرد کی جبلت میں پیوست تھی، تو ہم پرستی اور رنگ و نسل کے تعصبات نے معاشرے میں پنج گاڑ رکھے تھے، خود غرضی، خود پرستی اور خود پسندی کے جراشیم سے معاشرہ کا انگ انگ زہر آلا و اور زخمی زخمی تھا۔

ظلم و ظلمت کے اس تاریک ماحول میں، جہاں دور دور روشنی کی کوئی جھلک نہیں تھی، رب ذوالجلال نے احمد مجتبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دست قدرت سے اس طرح پروان چڑھایا کہ نہ دامن پر کوئی داغ تھا اور نہ قلب و باطن میں کسی طرح کا میل، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کتنا اچھا نقشہ کھینچا ہے:

واحسن منك لم ترقط عين
واجمل منك لم تلد النساء
خلقتك مبرأً من كل عيب
كأنك قد خلقت كياتشاء

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے حسن و جمال سے سرشار کونہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ کسی خاتون نے جنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر عیب سے منزہ و پاک اس طرح پیدا کئے گئے ہیں جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ہی پسند و

انتحاب سے پیدا کیا گیا ہو۔
 تاریخ کے ہر دور میں خاتم النبیین، رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن و کمالات سے متعلق شعر و سخن کا اسلوب ہو یا بلیغ سے بلیغ تر نہ کہا گیا ہے کہ ان مقالات و مضامین اور قصائد و کتب کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا، پوری انسانی تاریخ میں کسی بھی قوم و ملت میں اس کی کوئی نظریہ پیش نہیں کی جاسکتی، لیکن پھر بھی حقیقت یہ ہے کہ کوئی نعمتیہ کلام یا نشر کا کوئی بلیغ اسلوب ان قرآن آیات و کلمات کے گرد تک بھی نہیں پہنچ سکتا، جو خالق کون و مکان نے قرآن کریم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نازل فرمائی ہیں اور جو قیامت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر جمیل سے مشام جان کو معطر رکھتی ہیں۔

لیکن اس بدیہی حقیقت سے آنکھیں بند نہیں کی جاسکتیں کہ ان اوصاف جملہ اور مقامات رفیعہ کے ذکر کا حاصل ہر صاحب ایمان کو، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر نام لیوا کو اور حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دم بھرنے والے ہر امتی کو ہادی کامل صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے اور زندگی کے شب و روز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر اس ادا کو اپنانے کی تاکید ہے جو قرآن حکیم اور سنت و سیرت کے مستند علمی و عملی اثاثے کی شکل میں امت کے پاس محفوظ ہے، یہ اثاثہ افراد اور معاشرے کے ہر شیب و فراز کے لئے حکیمانہ تعلیمات پر مشتمل ہے، انسانی معاشرے کے ہر دور، ہر طبقہ، ہر رنگ و نسل اور بحر و بر میں پھیلی ہوئی ہر طرح کی آبادی کیلئے مفصل ہدایات کا جامع ترین نسخہ کیمیا ہے۔۔۔ ارشاد ربانی ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أَسْوَأُّ حَسَنَةً» (الاحزاب: ٢١)

مصطفی جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تعلیمات ایمانیات، عبادات، معاملات (اپنے وسیع تر مفہوم میں جس کا دائرہ شخصی، عائلوی و تجارتی معاملات سے لے کر عدالتی، دستوری اور بین الاقوامی معاهدات و معاملات تک پھیلا ہوا ہے) سماجی و معاشرتی حقوق و آداب، اور قلب و باطن سے متعلق اخلاق حسنة و سیئہ کی عمیق اور دقیقہ رسائل پر مشتمل ہے جن کی روشنی میں بندہ مومن اپنے ظاہر و باطن اور زندگی کے ہر موڑ پر اسوہ حسنة کو اپنانے کا مکلف ہے، قدم قدم پر دین کو غالب رکھنے اور پیغمبرانہ تعلیمات کو اپنانے کی تاکید ہے، قرآن کریم کی اس آیت میں اسی کا حکم ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السَّلْمِ كَافَةً وَلَا تَبِعُوا أُخْطُواْتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ" (البقرة: ٢٠٨)

اس روئے زمین پر جب تک مسلمان تعلیمات نبوی کی روشنی میں، اسوہ حسنہ کے مطابق زندگی گزارتے رہے وہ اس خطہ ارضی کے واحد سپر پور تھے اور تاریخ کے ایک طویل دورانیے تک ان کا کوئی مقابل نہیں تھا لیکن جب سے اسوہ حسنہ کا نور ان کے جسم و جان سے رخصت ہوا ہر طرف کی ظلمتوں نے ان کا امن و سکون اور ان کی جہاں بانی و بالادستی کی قوت و طاقت کو ملیا میٹ کر کے رکھ دیا، آج بھی تقریباً دو ارب کی آبادی رکھنے، ۵۶ ریاستوں پر حکمرانی کرنے اور سائل دولت و معیشت، تیل، گیس اور معدنیات سے مالا مال عالم اسلام کو عالمی طاقتیں، کھلونوں کی طرح ریبوت کنٹرول سے چلا رہی ہیں، ان مسلم ریاستوں کا حکمران طبقہ ہو، معاشرے کے دولتمند افراد ہوں یا ان ریاستوں کی بیوروکریسی، مسلم ریاستوں کے یہ سب طبقات اپنے خیالات و تصورات سے بھی، اپنی گفتار سے بھی اور اپنی شب و روز کی سرگرمیوں سے بھی دینی تعلیمات سے نابلد اور سیرت سے نا آشنا پوری طرح مغرب کے تابع مہمل ہیں، مغرب نے لادین نظام تعلیم اور مادہ پرستانہ تربیت سے ان طبقات کو ایسا زہر پلا دیا ہے کہ اب ان کی نظروں میں اسلامی تعلیمات، دینی اقدار و روایات اور محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسوہ حسنہ تو بس قدیم تاریخ کی ایک کہانی سے زیادہ پچھنچنی ہے۔

ان نامساعد حالات کے باوجود، مقام شکر ہے کہ عالم اسلام کے طول و عرض میں ایسے رجال باصفا کی کمی نہیں ہے جن کے دل حب رسول کے جذبات و احساسات سے سرشار ہیں اور شب و روز کے ہر موڑ پر تعلیمات نبوی کا عکس ان کا ظاہر و باطن میں پیوست نظر آتا ہے، طاغوتی طاقتوں کی بالادستی، آئے دن اٹھنے والے فتنوں اور ہر سو پھیلی ظلمتوں کے اس تاریک دور میں بھی، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایسی تڑپ اور درد دل رکھنے والوں کی کمی نہیں ہے جن کی راتیں رب کے سامنے ہاتھ اٹھائے آہ و بکا کی سسکیوں میں کلثتی ہیں اور دن میں یہ مردان خدا مست، تعلیم و تربیت اور خلق خدا کی ہمدردی میں ہر طرح کی مشکلات جھیلتے نظر آتے ہیں جبکہ دوسری طرف طعن و تشنیع کے زہر میں بھی ہوئی زبانوں، خجڑ کی طرح چلنے والے قلموں کے زخم بھی سہتے ہیں، ان خادمان دین کے شبانہ روز محنت کا محور یہ آرزو ہے کہ امت کو طاغوت کے شر سے بچایا



جائے، اس کو اسوہ حسنے کے رنگ میں رنگا جائے اور اسلام کا دم بھرنے والا امتی سنت و سیرت کے انوار و برکات سے معمور نظر آئے، ان مردان خدا مامت کی زندگی کا الحمد لمحہ اس لگن میں گزرتا ہے کہ امت کو اغیار کی نقائی اور یہود و نصاریٰ کی فکری غلامی سے آزادی ملے اور ماضی کی طرح وہ اپنی سیاست، معیشت، علم و ہنر اور اجتماعی زندگی کے ہر میدان کو قرق آنی احکام اور اسوہ حسنے کی روشنی سے منور کر کے دنیا کو دین حنفی کی برکات و ثمرات سے آگاہی فراہم کرے، یہ سنت الہی ہے کہ چراغ سے چراغ اور دیے سے دیا جلتا ہے، بحمد اللہ دین حنفی کی دعوت اور علوم نبوت کے تحفظ کا مبارک کام تسلسل کے ساتھ جاری ہے، معاشرے میں ایسے رجال کار کی تعداد کم اور محدود ضرور ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جہد مسلسل کے ثمرات ظاہر ہو رہے ہیں کہ صدق و اخلاق پر مبنی جدوجہد کو بھی ناکامی و ناجاری کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔

عشق رسول اور دین حنفی کی بالادستی کا راستہ یہ ہے کہ افراد امت کو اسوہ رسول اپنانے کا خواگر بنایا جائے اور زندگی کے ہر شعبے سے متعلق نبوی تعلیمات سے آگاہی فراہم کی جائے، اسی طرح کا طرز عمل بجا طور پر حب رسول کا مظہر بنتا ہے کہ مشک اپنی خوبیوں سے ہی اپنی پیچان کرتا ہے۔

لیکن شامت اعمال سے حب رسول ﷺ کا جذبہ اب شب و روز کے لمحات حیات سے سمعتی سمعتی رسی طور پر ۱۲ ربيع الاول کے دن میں محدود ہو کر رہ گیا ہے، کاش اس موقع پر بھی اگر جلسوں اور مظاہروں کی جگہ اتباع سنت اور اسوہ حسنے کی ترغیب سے متعلق کچھ سرگرمیاں دیکھنے میں آتی تو وہ خلاف شرع مناسد پیدا نہ ہوتے جو سامنے آنے لگے ہیں اور جن میں وقت کے ساتھ ساتھ شدت آتی جا رہی ہے۔ جو حضرات حب رسول ﷺ کے مبارک عنوان کے ساتھ ان کاموں میں شریک ہوتے ہیں یا ان کے محرك بنتے ہیں، ان کی خدمت میں مدد بانہ الحاجہ ہے کہ اپنے اس طرز عمل کے نتائج و عواقب کا ٹھنڈے دل سے جائزہ اور محاسبہ کیا جائے، قرق آنی احکام، پیغمبرانہ تعلیمات وہدایات اور قرون اولی کے تعامل کا جائزہ لے کر اختیار کردہ معمولات کو شرعی معیاروں پر پرکھا جائے۔

کیا ہم میں سے کوئی شخص یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ اس کے دل میں حب رسول ﷺ کا جذبہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ کے برابر ہے اور کیا کسی ادنیٰ مرتبہ کے کسی صحابی نے حب رسول کے اظہار کیلئے بھی وہ کچھ طرز

عمل اختیار کیا تھا جو آج ہم کرنے لگے ہیں۔ دین نہ تو کسی افسانے کا نام ہے، نہ ہی منکھڑت خیالات کا، اور نہ اپنے ممن کی شوقيوں اور خواہشات پر چلنے کا نام دین ہے۔

۱۲ ربيع الاول کے جلوسوں میں اب عید میلاد النبی کے نام سے نماز بھی شروع ہو گئی ہے، نعلین مبارک کے نقش پر مشتمل بیز، سرط کوں پر لگے ہوئے بھلی کے کھنبوں پر لگائے جاتے ہیں، متعینہ تاریخ گزرنے کے بعد وہ ٹوٹ کر گرتے ہیں اور پاؤں کے نیچے روندے جاتے ہیں، عورتیں بھی عید میلاد النبی منانے میں مردوں کے شانہ بشانہ چلتی نظر آتی ہیں اور ایسے ایسے مکروہ مناظر نظر آنے لگے ہیں جن کے انجام بد کے تصور سے خوف آتا ہے، جگہ جگہ نوجوانوں کی ٹولیاں نعتیہ ریکارڈنگ کی آواز پر منکتے اور دھماں ڈالتے ہیں، ایک صاحب نے چشم دید واقعہ ذکر کیا کہ بلڈنگ کے سامنے سے گزرنے والے جلوس کا تماشہ دیکھنے کیلئے بالکونیوں پر عورتیں بھی نہ صرف محومشا تھیں بلکہ وہ اور جلوس کے شرکاء مالتوں سے ایک دوسرے کا نشانہ لے کر ”دل لگی“ کر رہے تھے، یہ تو عام سی بات ہے کہ جگہ جگہ چوراہوں پر روضۃ رسول ﷺ پر اظہار عقیدت کیلئے گل پاشی بھی ہوتی ہے۔ عیسائیٰ دنیا ۲۵ دسمبر کو کرسمس ڈے مناتی ہے، اس کا آغاز بھی، حضرت عیسیٰ ﷺ کے یوم ولادت کی نسبت سے، محض اظہار عقیدت و محبت کیلئے ہوا تھا، اور وہ بھی بہت بعد کی تاریخ میں، بے ضرر طور پر صرف چچ کی چہار دیواری میں۔ لیکن آج ہر آنکھ دیکھ سکتی ہے کہ اس ایک دن میں یورپ کے تمام ملکوں میں جرام کی شرح سال بھر کی مجموعی تعداد سے بھی متزاوہ ہو جاتی ہے۔

ہم سب کیلئے یہ لمحہ فکری ہے کہ کیا اظہار عقیدت کے عنوان سے، حب رسول ﷺ کے نعرے لگا کر، پر چم اٹھا کر اور ہر طرح کے منکرات و خرافات گھڑ گھڑ کے ہمارے قدم کچھ اس طرح کے انجام کی طرف تو نہیں بڑھ رہے ہیں جہاں اس وقت عیسائیٰ دنیا کرسمس کا ڈے منا کر کھڑی ہے؟ مولاۓ کریم ہر طرح کے زلغ و ضلال اور ہر طرح کی بے اعتدالی و کوتاہی سے پناہ عطا فرمائے۔

آمین۔



ہجرت مدینہ: منظر اور پس منظر

مولانا وسیم یوسف مکانیہ

ہجرت نبوی ﷺ کا واقعہ بلاشبہ تاریخ عالم کا محیر العقول اور اہم ترین واقعہ ہے جو 12 ربیع الاول 13 نبوی (جو بعد میں پہلا ہجری سال کہلایا)، برابط 24 ستمبر 622ء عیسوی بروز جمعہ کو پیش آیا، مسلمانوں نے قمری ہجری تقویم کا آغاز اسی واقعہ کی بنیاد پر کیا۔ اصل میں تومدینہ کی طرف ہجرت ربیع الاول میں ہوئی لیکن چونکہ بعد میں قمری تقویم کا آغاز ہجرت کو بنیاد بنا کر کیا گیا تو ہجرت کے مہینے (ربیع الاول) کو محرم کا مہینہ مان لیا گیا۔ قطع نظر اس کے کہ ہجرت نبوی ﷺ کو محرم میں شمار کیا جائے یا ربیع الاول میں، اہم یہ ہے کہ ہر دو مہینوں میں انسانی تاریخ کے اتنے بڑے واقعے کو اہمیت نہیں دی جاتی۔ اس عظیم الشان ہجرت کا ذکر محرم میں کیا جاتا ہے نہ ہی ربیع الاول کے مہینے کا موضوع ہوتا ہے۔ زیرنظر مضمون ہجرت نبوی ﷺ پر مشتمل ہے جس میں ہجرت کے اسبابِ نتائج اور اس میں پہاں سبق کا ذکر کیا گیا ہے تاکہ نسلِ نوتاریخ کے اس محیر العقول واقعہ کا منظر اور پس منظر جان سکیں۔

جب سے حق و باطل کی کش کمش کا دور شروع ہوا ہے، تب سے ہمیں تاریخ میں بے شمار ہجرتوں کا ذکر ملتا ہے۔ حضرت نوح ﷺ کا اپنے مقامِ دعوت سے ہجرت کر کے دوسرے علاقے میں جانا۔ حضرت ابراہیم ﷺ کا عراق سے ہجرت کر کے شام، مصر اور فلسطین سے ہوتے ہوئے چھاڑ میں آنا اور حضرت اسماعیل ﷺ کے ذریعے اسے اپنی دعوت کا مرکز بنانا۔ حضرت لوط ﷺ کی ہجرت علاقہ سیدوم کی طرف، حضرت موسیٰ ﷺ کی پہلی ہجرت مدینہ کی طرف اور پھر دوسری ہجرت ارض فلسطین کی طرف۔ یہ تمام ہجرتیں



اپنے دور کے حالات و مصائب کے رو عمل میں، ہی وجود میں آئیں اور اپنے دور کے لیے بہت سے نصارع بھی چھوڑ گئیں۔ لیکن جس ہجرت کا بطورِ خاص یہاں ذکر کرنا مقصود ہے وہ امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے بانی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ سے مدینہ منورہ کی ہجرت ہے۔ بدقتی سے جس کی اہمیت سے اکثر لوگ ناواقف ہیں۔ جب کہ ڈاکٹر سید اسعد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق ”ہجرت مدینہ کی اہمیت اسلامی تاریخ میں اسی طرح مسلم ہے، جس طرح کہ فتح مکہ۔ کیونکہ مسلمانوں کی مکہ سے مدینہ منتقلی دراصل اس اسلامی ریاست کا سنگ بنیاد تھا جس نے بعد میں مکہ کو فتح کرنے کا کارنامہ عظیم انجام دیا“۔

لہذا ہر فرد واحد پر یہ بات لازم ہے کہ وہ اس سفرِ عظیم سے آگاہی رکھے، جس کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بے شمار مصائب برداشت کیے اور جس کے پیش نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں یہ بشارت مرحمت فرمائی کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے لیے ہجرت کرنے والے قیامت کے دن سورج کی مانند چمکنے والے نور کے ساتھ اٹھیں گے۔ یہ بھی فرمایا کہ فقراء مہاجرین دوسرے اہل ایمان کے مقابلے میں چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہونگے۔ یہ روایت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ اسی لیے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ مہاجرین میں نفاق ممکن نہیں ہے، اس لیے کہ جو خدا کے راستے میں نکلتا ہے اس کا سارا کھوٹ نکل جاتا ہے، تبھی ہمیں مکی سورتوں میں نفاق کا ذکر نہیں ملتا کیونکہ مہاجر منافق نہیں ہو سکتا۔ ہجرت مدینہ پر گفتگو کرنے سے پہلے ایک بات اور جان لینی ضروری ہے کہ یہ ہجرت اسلامی تاریخ کی واحد ہجرت نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے مسلمان دوبار جسہ کی طرف ہجرت کر چکے تھے۔

یہرب ایک نہایت قدیم بستی ہے، اس کا سراغ قبل اسلام کی تاریخ سے ملتا ہے۔ یہ شہر سمندر کی سطح سے ۲۱۹ میٹر بلند ہے۔ اس کا طول البد ۵۵۹۳ اور عرض البد ۱۵۱۱ میٹر شمالی خط استوا پر واقع ہے۔ گرمی کے موسم میں یہاں کافی گرمی پڑتی ہے اور درجہ حرارت ۳۸ سینٹی گریڈ تک چلا جاتا ہے۔ اور سردیوں میں درجہ حرارت صفر سینٹی گریڈ تک جا پہنچتا ہے۔ شدید سردیوں میں کبھی کبھار پانی تخت بن جاتا ہے۔ آغاز میں یہاں عماليق آباد تھے، جو مصر سے آئے تھے۔ عماليق ۳۰۰ ق.م میں مصر کے حکمران تھے اور ۱۶۰۰ ق.م میں مصر سے ہزیمت کھا کر نکلے تھے۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس شہر کی آبادی کا زمانہ ۱۶۰۰ ق.م



۳۲۰۰ق.م کے درمیان ہے۔ گویا اس طرح یہ شہر کم از کم چار ہزار سال کے لگ بھگ قدیم ہے۔ عماقتوں کے بعد یہاں فلسطین سے نکالے ہوئے یہود آباد ہوئے۔ یہ شہر دو پہاڑوں کوہ احمد اور کوه سلیمان اور دولاوے کی چٹانوں کے درمیان وسیع آبادی کی صورت میں میدانی علاقہ ہے جو تقریباً دس میل لمبا اور آٹھ میل چوڑا ہے۔ قباء کی طرف سے راستہ مکہ معظمه کی طرف جاتا ہے جو ریتیلیوں کا علاقہ ہے اور باقی سارا علاقہ پہاڑی سطح مرتفع اور نکنیریا ہے۔ ہجرت کے وقت مدینہ کی آبادی ۵ یا ۶ ہزار نفوس پر مشتمل تھی۔ مکان کچے یا پتھروں کے بنے ہوئے تھے، ان میں بیشتر ایک منزل کے تھے۔ بعض مکانات دفاعی نقطہ نظر سے دو دو اور تین تین منزل کے پتھروں کے بھی بنائے جاتے تھے، جو جنگ و جدل کے موقعے پر کام آتے تھے اور کوئی شخص ان کو آگ نہیں لگا سکتا تھا۔ ایسے مکانات بڑی سی سنگی ہولی یا آلام کھلاتے تھے، جس قبیلے کے پاس ایسے مکانات زیادہ تعداد میں ہوتے وہ دفاعی لحاظ سے زیادہ مضبوط تھے جاتا تھا۔ مدینہ کی آبادی کچھ ہزار نفوس سے زیادہ نہ تھی، اور دو عناصر کی مرکب تھی۔ ان میں پہلا عنصر یہود کا تھا، ہجرت کے وقت ان کے چھوٹے بڑے قبائل مدینہ میں آباد تھے جن میں بنی نصیر اور بنو قریظہ سب سے ممتاز شمار ہوتے تھے۔ کیونکہ ان میں مذہبی رہنمای پادری بڑی تعداد میں تھے۔ تیسرا قابل ذکر قبیلہ بنو قیفان تھا۔ ان تینوں قبیلوں میں باہمی اُن بن رہتی تھی اور ایک دوسرے کے خلاف مشرک عربوں کے حلیف بن کر جنگی کارروائیوں میں بھی شریک ہوتے تھے۔ یہ قبیلے ابتداء سے یثرب کے رہنے والے نہیں تھے۔ بلکہ جب رومیوں نے یہودیوں کا قتل عام کیا اور انھیں فلسطین سے باہر دھکیلا تو ان میں بعض قبائل بھاگ کر حجاز کے بعض مقامات پر پناہ گزیں ہو گئے۔

چونکہ مدینہ فلسطین سے نسبتاً متصل تھا، اس لیے یہاں کی سر سبزی، شادابی اور چشمے دیکھ کر یہ قبائل اسی جگہ آباد ہو گئے اور رفتہ رفتہ اپنا سودخوری کا کاروبار اور تجارت کو فروغ دے کر اس علاقے پر اپنا سلطنت جمالیا۔ ان کی معاشری حالت دوسرے عربوں سے بہتر تھی۔ چونکہ وہ فلسطین اور شام کے مہاجر تھے، اس لیے انھیں وہ بہت سے صنعتی فنون آتے تھے جو عربوں کو معلوم نہیں تھے۔ مرغبانی، ماہی گیری اور شراب سازی ان کے یہاں کثرت سے ہوتی تھی۔ زیورات اور برتن بنانے کا کام بھی یہی لوگ کرتے تھے۔ لیکن ان کا سب



سے بڑا کاروبار سودخوری کا تھا، جس کے پہنڈے میں انھوں نے عرب قبائل کے بیشتر سرداروں کو پھانس رکھا تھا۔ سود در سود بھی انھی کی ایجاد تھا۔ جس کی مدد سے انھوں نے عربوں کی معیشت کو کھو کھلا کر دیا تھا۔ یہ بھی کسی معاهدے کے پابند نہ رہتے تھے۔ یہاں تک کہ جب حضور ﷺ نے بھرتوں سے معاهدہ فرمایا تو اس معاهدے کی انھوں نے ایک دن بھی پابندی نہیں کی۔ اُلٹا حضور ﷺ کو زک پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کی، عورتوں کو چھیڑنے اور کمزور مسلمانوں کو زد کوب کرنے تک نوبت پہنچادی۔ پھر جب حضور ﷺ نے انھیں معاهدہ یاد کر کے سمجھانے کی کوشش کی تو ان میں سے ایک قبیلہ بنو قینقاع نے انتہائی ڈھنڈائی سے جواب دیا: ”امے محمد ﷺ! آپ نے ہمیں بھی شاید قریش کی طرح سمجھا ہے، وہ تو اڑنا نہیں جانتے تھے۔ ہم سے سابقہ پیش آیا تو پتا چل جائے گا کہ مرد کیسے ہوتے ہیں“۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے کئی بار ان کا محاصرہ کیا اور آخر کار انھیں مدینہ چھوڑ کر شام اور خیر کی طرف نکلنا پڑا۔ دوسرا غصر اوس و خزر ج کا تھا جو بعد میں انصار مدینہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ ان کا اصل علاقہ یمن تھا۔ ابتدائی طور پر ان کے آباء و اجداد ایک ہی تھے۔ ان دونوں کو قبیلہ بنو قحطان کی دو شاخیں کہا جاتا ہے۔ بعض سیرت زنگار انھیں قبیلہ قحطان کے بجائے آل اسماعیل کہتے ہیں اور حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے دلیل لیتے ہیں کہ حضور ﷺ بنو سلمہ انصار ﷺ کے پاس سے گزرے جو تیراندازی میں مصروف تھے اور فرمایا: ”یا آل اسماعیل تیر چھین کو کیونکہ تم حرار دادا بھی تیر انداز تھا“۔ بہر حال اس میں تو کوئی شبہ نہیں ہے کہ اوس و خزر ج ایک ہی قبیلے کی شاخیں تھے اور اس پر جا کر ان کا نسب نامہ حارثہ بن ثعلبہ پر مل جاتا تھا، جو اوس و خزر ج کا جد اعلیٰ تھا۔

جس زمانے میں سیل عمر نامی مشہور سیلا ب نے تباہی مچائی تھی اور بچے کھپے لوگ ادھر ادھر منتشر ہوئے تھے، اُس زمانے میں قحطان کے قبیلے میں سے اوس اور خزر ج نام کے دو بھائی یثرب آپنے اور یہاں آباد ہو گئے۔ انھی نوواروں کے ذریعے سے نے عضر کا اضافہ ہوا اور بعد میں نسل بڑھتی گئی۔ تعداد کے لحاظ سے اوس کم اور خزر ج زیادہ تھے اس لیے کہ اوس کا صرف ایک بیٹا تھا جس کا نام مالک تھا اور پھر اسی نسبت سے اس کا آگے کا خاندان تھا۔ جب کہ خزر ج کے پانچ بیٹے تھے اور پھر ان کی آگے شاخیں تھیں۔ انھوں نے بھی یہود کے ساتھ دوستانہ معاهدہ استوار کر لیا تھا۔ لیکن یہود نے جوں ہی انصار کی روز افزوں ترقی



کو اپنے لیے خطرہ بنتا محسوس کیا، ان سے اپنا حلیفانہ تعلق توڑ دیا۔ یہود کے اندر ایک عیاش رئیس فطیون نامی اٹھا۔ جس نے جبر و قوت سے اپنا یہ حکم نافذ کر دیا کہ اس کے حدود میں جو لڑکی بھی بیا ہی جائے گی، وہ پہلے اس کے شبدت ان عیش سے گزر کر ازدواجی زندگی کے دائرے میں داخل ہوگی۔ یہود کے بگاڑ کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ انہوں نے فطیون کے اس حکم کے آگے سرتسلیم خم کر دیا تھا۔ آخر ایک دن اس شیطانی حکم نے انصار کی غیرت کو بھی لکارا۔ مالک بن عجلان کی بہن کی شادی ہو رہی تھی کہ عین شادی کے دن وہ بھائی کے سامنے پورے انداز بے جوابی کے ساتھ گزری۔ مالک نے ملامت کی تو اس نے کہا کہ کل جو کچھ پیش آنے والا ہے وہ اس سے زیادہ شدید ہے۔ چنانچہ مالک نے فطیون کو قتل کر دیا اور شام کی طرف بھاگ گیا۔ وہاں غستانی حکمران ابو جبلہ کا سکھ چل رہا تھا۔ اسے یہ حالات جب معلوم ہوئے تو اس نے حملہ کر کے بڑے بڑے یہودیوں کو قتل کیا۔ اور اوس و خزرج کو خلعت و انعام سے نوازا۔ ان واقعات نے یہود کا زور توڑ دیا اور انصار کی ہمت بڑھا دی۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ یہود کے مقابلے میں انصار کا معاملہ برابر کی چوٹ کا تھا۔ لہذا جتنی بار بھی یہود اور انصار کے درمیان جنگیں ہوئیں، ان میں کبھی یہود تو بھی انصار بھاری رہتے تھے۔ لیکن اصول و مقصد کے نہ ہونے کی وجہ سے اوس و خزرج کا اتحاد مصوبہ بنیادنیں رکھتا تھا، اس کا فائدہ اٹھا کر یہود ان کے درمیان جنگیں کرانے میں کامیاب ہوتے تھے۔ نتیجہً اوس و خزرج کے درمیان پہلی جنگ ہوئی جو جنگ سمیر کے نام سے موسم کی جاتی ہے اور آخری جنگ بعاث کے نام سے موسم کی جاتی ہے، جس میں بنی قریظہ اور بنو نصرہ اوس کے ساتھ تھے اور بنو قیقداع خزرج کے حلیف تھے اور خود بھی ایک دوسرے کے ساتھ نہ بڑا زما ہوئے تھے۔

تعداد کم ہونے کے باوجود اوس نے خزرج کو اس جنگ میں شکست دی۔ یہ جنگ ہجرت سے محض پانچ سال پہلے لڑی گئی تھی جس پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ”جنگ بعاث کو خدا نے اپنے رسول ﷺ کے لیے کرایا تھا، چنانچہ آس حضرت ﷺ کے لیے توانصار کے معززین اور وسائی قتل ہو چکے تھے اور انصار بہت خستہ حال ہو چکے تھے۔ گویا یہ جنگ انصار کو رسول اکرم ﷺ کے لیے برپا ہوئی تھی“۔ دوسری طرف یہود کے تفوق کی ایک وجہ ان کی مذہبی سیادت بھی پر ایمان لانے کے لیے برپا ہوئی تھی۔



تحی۔ ان کے پاس تورات تھی اور وہ ایک مستقل مذہبی نظام کے علمبردار تھے، ان کے پاس فقہی احکام تھے، مذہبی قانون تھا اور عبادات کی انجام دہی کا ایک طریقہ تھا۔ انصار اس پہلو سے ہی دامن تھے۔ وہ اس دائرے میں ان کے سامنے ہاتھ پھیلانے پر مجبور تھے۔ انھی کے بیت المقدس یہودیوں کے مذہبی تعلیم کے مراکز سے وہ استفادہ کرتے تھے۔ حدیہ کہ اگر کسی انصاری کی اولاد زندہ نہ رہتی تھی تو وہ نذریہ مانتا تھا کہ اگر بچہ زندہ رہا تو اسے یہودی بنایا جائے گا۔ انصار میں اس پہلو سے احساس کمتری موجود تھا اور ان کی غیرت و حمیت اس پر کرب محسوس کرتی تھی۔ مزید برآں یہود انصار کو یہ کہہ کر بھی دھمکاتے تھے کہ عنقریب ہم میں ایک نبی آنے والا ہے۔ ایک بار وہ آجائے تو ہم اس کی حمیت میں تھیں عادارم کی طرح قتل کرڈالیں گے۔ اس پیش گوئی نے انصار کو بھی اس پیغمبر موعود کا منتظر بنادیا تھا اور ان کے اندر ایک شعوری رجحان یہ کام کر رہا تھا کہ اگر وہ نبی آجائے تو وہ آگے بڑھ کر اس کا دامن تھام لیں۔ چنانچہ یہی ہوا کہ پیش گوئی سنانے والے خود تو محروم رہے اور جن کو وہ حملکیاں دیا کرتے تھے، وہ نبی آخر الزماں رسول ﷺ کے حلقة رفاقت میں آگئے۔ یہود جن کو پٹوانا چاہتے تھے، ان کے ہاتھوں سے خود پٹ گئے۔

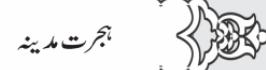
حضور اکرم ﷺ کا انصار سے رابطہ: تمام سیرت نگاروں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مدینہ کے جس شخص سے سب سے پہلے حضور اکرم ﷺ نے ملاقات کی، اس کا نام سوید بن صامت تھا۔ ان کا تعلق قبیلہ اوں سے تھا اور پورا نام سوید بن صامت بن عطیہ بن حوط بن جبیب بن عمر و بن عوف بن مالک بن اوں تھا۔ یہ اپنی قوم کے معززترین لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔

وہ اپنی تعلیم اور صلاحیتوں کی وجہ سے الکامل کے لقب سے مشہور تھے۔ یہاں تک کہ کئی مشہور عرب شاعروں نے ان کے اوصاف حسنہ کو اپنے اشعار میں پیش کیا تھا۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ سوید بن صامت کی والدہ ماجدہ عبدالمطلب کی والدہ سلمی بنت عمرو کی ہمسیرہ تھیں۔ اس رشتہ سے سوید بن صامت رسول ﷺ کے دادا جناب عبدالمطلب کے خالہزاد بھائی ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر محمود احمد غازی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب ”محاضرات سیرت ﷺ“ میں انھیں حضور اکرم رحمۃ اللہ علیہ کے تعلق والے شخص کے بطور پیش کیا ہے۔ بہر حال حضور اکرم ﷺ نے انھیں اسلام کی دعوت دی اور قرآن مجید کی



کچھ آیات بھی تلاوت کر کے سنا ہیں۔ انہوں نے اس کی بڑی تعریف کی اور اسے عمدہ کلام گردانا۔ مگر کسی بھی سیرت نگار نے اس موقع پر ان کے مسلمان ہونے کا ذکر نہیں کیا ہے۔ اس کے بعد وہ اپس مدینہ لوٹ گیے اور نامعلوم وجہ کی بناء پر خزرج کے ہاتھوں قتل ہو گئے۔ اب اس بات پر سیرت نگاروں کے درمیان بحث چلی آ رہی ہے کہ آیا وہ مر نے سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے یا نہیں۔ البتہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اس کے مر نے کے بعد اس کی قوم کے لوگوں سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ وہ قتل ہونے سے پہلے مسلمان ہو گیا تھا، تاہم دوبارہ مکہ لوٹ کر نہیں جاسکا تھا۔ دیکھئے تاریخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ: جلد ا ص ۱۵۹۔ جبکہ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے مسلمان ہونے یا نہ ہونے پر کوئی کلام نہیں کیا ہے۔ انھیں ایام میں انس بن رافع اپنی قوم بنو عبد الاشہل کے چند لوگوں کے ہمراہ مکہ آئے، تاکہ قریش مکہ سے قوم خزرج کے مقابلہ میں معاہدہ کیا جاسکے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس بھی دعوت دین لے کر حاضر ہو گئے۔ فرمایا: میرے پاس جو چیز ہے وہ اس سے بہتر ہے جس کے لیے تم یہاں آئے ہو۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں قرآن کی کچھ آیات تلاوت کر کے سنا ہیں۔

اس وفد میں ایک نوجوان ایاس بن معاذ بھی شامل تھا جس نے جب آیات قرآنی کی سماعت کی تو اپنی قوم سے کہا کہ یہ واقعی اس چیز سے بہتر ہے جس کے لیے تم یہاں آئے تھے۔ ایاس کی زبان سے یہ الفاظ سن کر انس بن رافع نے ایک مٹھی خاک اٹھا کر اس کے منہ پر چینکی اور کہا کہ ہم اس کے لیے نہیں آئے ہیں بلکہ اس سے بہتر بات کے لیے آئے ہیں۔ یہ سن کر ایاس خاموش ہو گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے واپس تشریف لے گئے۔ جب یہ لوگ مدینہ پہنچتے تو اس کے بعد جنگ بعاث شروع ہوئی جس میں ایاس بھی قتل ہو گئے۔ ان کے مسلمان ہونے نہ ہونے پر بھی سیرت نگاروں کے درمیان اختلاف موجود ہے۔ البتہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ محمد بن لبیہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ جب انہوں نے ایاس بن معاذ کے بارے میں اس کی قوم سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ وہ قتل ہونے سے قبل اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تہلیل کیا کرتا تھا اور انھیں اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ مر نے سے پہلے مسلمان ہو گیا تھا دیکھئے: تاریخ ابن کثیر: جلد ا ص ۱۶۰ مزید برآں اکبر شاہ نجیب آبادی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تاریخ میں ابن ہشام کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ایاس



بن معاذ مرنے سے پہلے اسلام قبول کر چکا تھا اور یہ کہ اس نے اپنے ایمان کا انٹھار بھی فرمایا۔ دیکھیے تاریخ اسلام از اکبر شاہ نجیب آبادی۔ جلد اص: ۱۳۲۶: میں مدینہ کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا باقاعدہ رابطہ اس وقت ہوا جب آئندہ سال سنہ گیارہ نبوت میں مدینہ منورہ سے آنے والے چھ حاجج کرام کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ہوئی۔ ان کا تعلق قبیلہ خزرج سے تھا۔ ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکے سے چند میل کے فاصلے پر مقام عقبہ پر چند لوگوں کو باتیں کرتے سنے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریب جا کر ان کا حال دریافت کیا اور کہیں بیٹھ کر گفتگو کرنے کو کہا۔ اس پر یہ لوگ راضی ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دین حق کی تعلیم دی اور قرآن کی تلاوت بھی فرمائی۔ یہ چھ لوگ اسی وقت مسلمان ہو گئے۔ یہ چھ لوگ ابو امامہ اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ، عوف بن حارث رضی اللہ عنہ، رافع بن مالک رضی اللہ عنہ، قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ، عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ اور سعد بن ریبع رضی اللہ عنہ تھے۔ تمام سیرت نگاروں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ رب سے تعلق رکھنے والے یہ سب سے پہلے لوگ تھے جو اسلام کے حلقوں میں آئے۔ ان سب کا تعلق قبیلہ خزرج سے تھا۔

البته قبیلہ اوس سے سب سے پہلے اسلام لانے والے کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک پہلے اسلام لانے والے ابو یتیم بن تیہان رضی اللہ عنہ تھے اور بعض کے نزدیک رافع بن مالک رضی اللہ عنہ اور معاذ بن عفرہ رضی اللہ عنہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں واپس جا کر اشاعت اسلام کے لیے کام کرنے کی ہدایت فرمائی۔ بعض سیرت نگاروں نے اس کو پہلی بیعت عقبہ قرار دیا ہے، بعض دوسرے حضرات نے اسے بیعت قرانہیں دیا کیونکہ اس موقع پر کسی باقاعدہ بیعت کا ذکر نہیں ملتا۔ علاوہ ازیں ڈاکٹر محمود احمد غازی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ کسی بھی سیرت نگار نے ان حضرات کی بیعت کا کوئی واقعہ بیان نہیں کیا ہے، صرف قبول اسلام کا واقعہ بیان کیا ہے۔ دیکھیے معاشر حاضرات سیرت صلی اللہ علیہ وسلم از ڈاکٹر محمود احمد غازی رحمۃ اللہ علیہ ص: ۱۳۳۱ گلے سال سنہ ۱۴۲۰ نبوی میں مکہ کے حالات بدستور ویسے ہی تھے جیسے کہ پہلے قریش کی مخالفت بدستور جاری تھی۔ لیکن اس با حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں سے امیدیں وابستہ تھیں جو پچھلے سال اشاعت اسلام کا وعده کر چکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے بارے میں بڑا اشتیاق تھا کہ انہوں نے مدینہ میں اسلام کے تین کیا کام کیا۔ ۱۲ نبوی کے آخری مہینہ ذی الحجه میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقام منی کے پاس جا کر یہ رب کے قافلہ کی تلاش کرنے لگے۔ اتفاقاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ان



لوگوں پر پڑی۔ انہوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور بڑے شوق سے بڑھ کر ملے۔ یہ کل بارہ الگ تھے، ان میں پانچ ۵ تو پچھلے سال کے تھے اور سات ۷ نئے تھے، جن میں دواوں سے تعلق رکھتے تھے۔ نئے سات لوگوں نے بھی اسلام قبول کیا اور پھر مل کر سب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پر بیعت کی۔ یہ بیعت عقبہ اولیٰ کھلاتی ہے۔ رخصت ہوتے وقت اس مسلم جماعت نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ہمارے ساتھ ایک مبلغ بھیج دیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مصعب بن عمیر بن عثیمین کو ان کے ساتھ روانہ کیا۔ مصعب بن عمیر بن عثیمین نے مدینہ پہنچ کر اسعد بن زرارہ بن عثیمین کے مکان پر قیام کیا اور اسی مکان کو تبلیغی مرکز بنانے کا کرتبہ اسلام کے کام میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ ان کی محنت کا شرہ یہ نکلا کہ بنی عبد الاشہل کے تمام مردوں اور عورتوں نے سوائے عمر بن ثابت کے اسلام قبول کر لیا۔ عمر بن ثابت عین غزوہ احد کے دن اسلام لایا اور اسی وقت جہاد میں شریک ہوا اور ایک بھی سجدہ کیے بغیر شہید ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”عمل قليل تھا اور اجر کثیر“۔ اگلے سال سنہ ۱۳ نبوی کامہ ذی الحجه آیا تو مدینہ سے مصعب بن عمیر بن عثیمین ۲۷ مردوں اور عورتوں کے مسلم قافلے کو لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ اس لیے آئے تھے کہ ایک تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوں اور دوسرا نہیں مدینہ آنے کی درخواست پیش کریں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قافلے کے آنے کی اطلاع مل چکی تھی۔ رات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلے، راستے میں حضرت عباس بن عثیمین بھی مل گئے جو ابھی مسلمان تونہیں ہوئے تھے، لیکن ہمیشہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمدردی کے جذبات رکھتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انھیں بھی ہمراہ لے لیا، دونوں رات کی تاریکی میں وادی عقبہ میں پہنچے۔

جہاں یہ قافلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منتظر تھا۔ اس موقعے پر حضرت عباس بن عثیمین نے ایک اہم اور ضروری تقریر بھی کی جس سے انصار کو یہ سمجھانا مقصود تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاں بلانا کوئی آسان کام نہیں ہے بلکہ اس کے لیے بہت سے مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑے گا۔ لیکن انصار نے بڑی پا مردی اور بہادری کا مظاہرہ کر کے جواب دیا کہ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم جن کو اپنادوست سمجھیں گے وہی ہمارے بھی دوست ہو گے اور جن کو دشمن سمجھیں گے وہ ہمارے بھی دشمن ہوں گے۔ لیکن ابو ہریرہ بن تیہان بن عثیمین نے ایک خداشے کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو وعدہ کریں کہ ہمیں چھوڑ کرو اپنے آئیں گے۔ اس پر



حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً ارشاد فرمایا کہ اب میراجینا اور مرتا تمہارے ہی ساتھ ہوگا۔ اس کے بعد عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ”یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو اس کا معاوضہ کیا ملے گا؟“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جنت اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی“۔ عبداللہ بن رضی اللہ عنہ نے کہا: ”تو بس سودا ہو چکا، اب نہ آپ اپنے قول سے پھریں نہ ہم پھریں گے“۔ اس کے بعد سب نے بیعت کی۔ اور سب سے پہلے بیعت کرنے والے براء بن معروف رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ بیعت عقبہ ثانیہ کے نام سے مشہور ہے۔ اسکے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بزرگوں میں بارہ لوگوں کو نقیب مقرر فرمایا، جن میں نو آدمی قبیلہ خرزج کے تھے اور تین آدمی قبیلہ اوس کے۔ ان بارہ نقیبوں سے مخاطب ہو کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس طرح عیسیٰ علیہ السلام کے حواری ذمہ دار تھے، اسی طرح میں تم کو تمہاری قوم کا ذمہ دار بنتا ہوں اور میں تم سب کا ذمہ دار ہوں۔ یہ بارہ نقیب مندرجہ ذیل تھے: ۱۔ سعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ ۲۔ اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ۔ ابو یتیم بن تیہان رضی اللہ عنہ ۳۔ براہ بن معروف رضی اللہ عنہ ۴۔ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ ۵۔ عبداللہ بن عبادہ رضی اللہ عنہ ۶۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ ۷۔ سعد بن الربيع رضی اللہ عنہ ۸۔ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ۹۔ رافع بن مالک رضی اللہ عنہ ۱۰۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ۱۱۔ سعد بن خشیمہ رضی اللہ عنہ ۱۲۔ منذر بن عمر رضی اللہ عنہ۔ (تاریخ اسلام از اکبر شاہ نجیب آبادی رحلیۃ: جلد اص ۱۲۵)

اس کے بعد انصار وہاں سے ایک ایک دو دو کر کے نکلے۔ صحیح جب قریش کو اس مجلس کے بارے میں معلوم ہوا تو اسی وقت مدینہ کے قافلے پر گئے اور ان سے دریافت کیا کہ کیا تم لوگ رات کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے گئے تھے۔ لیکن اس قافلے میں اکثر لوگ جو کہ غیر مسلم تھے اس بات سے بے خبر تھے کہ رات کو ہم میں سے کچھ لوگ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں۔ لہذا انہوں نے انکار کیا۔ قریش وہاں سے لوٹ آئے۔ لیکن بعد میں پھر انھیں کسی معتبر ذریعہ سے اس بیعت کے بارے میں معلوم ہوا تو وہ دوبارہ ان کے پاس گئے، لیکن تب تک مدینہ کا قافلہ نکل چکا تھا۔ لیکن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور منذر بن عمر رضی اللہ عنہ کسی وجہ سے پیچھے رہ گئے۔ منذر رضی اللہ عنہ تو قریش کو دیکھ کر چل دیئے لیکن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ان کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔ قریش نے ان کو کافی زد و کوب کیا۔ مگر بعد میں ان کی پہچان کے دو فراد جبیر بن معظوم اور حارث بن امیہ نے انہیں چھڑایا اور وہ چھوٹھے ہی مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔



مسلمان خواتین اور ان کا مقام

بنت عتیق (عالیہ سال اول)

متعلمه: دارالتفوی ٹرست شاخ سمن آباد لاہور

جب دل میں ایمان کی جڑیں مضبوط ہوں تو دنیا کی کوئی طاقت اسے کمزور نہیں کر سکتی، ایسے ہی مضبوط کردار اور ایمان کی حامل ہماری عظیم مثالی مسلمان خواتین تھیں جن کی ہمت اور قربانیوں کے نتیجے میں آج ہم تک دین پہنچا ہے۔

ایک مشہور مقولہ ہے: ایک مرد دیندار ہو تو پورا خاندان دیندار ہو جاتا ہے لیکن جب ایک عورت دیندار ہو تو نسلیں دیندار ہو جاتی ہیں۔

اسلام میں خواتین کی بے مثال اور لازوال قربانیوں سے انکار نہیں، ایک عظیم مثال فرعون کی باندی کی ہے کہ جب فرعون کواس کے اسلام لانے کی خبر ملی تو اس نے بڑے کڑا ہے میں تیل ڈلوا یا اور نیچے آگ جلوادی پھراں باندی اور اس کی دونوں بیٹیوں کو لایا گیا جن میں سے ایک دودھ پیتی تھی۔ فرعون نے اس باندی سے کہا اگر موی کے رب کو مانے گی تو تیری بیٹیوں سمیت تجھے جلا دوں گا اور اگر مجھے رب مانے گی تو تیرے گھر کو سونے اور چاندی سے بھر دوں گا، اس سخت آزمائش کے موقع پر اس عظیم الشان خاتون کا ایمان نہ ڈگمگایا اور اپنے دین حق پر ڈٹی رہی تو فرعون نے اس کے سامنے اس کی بڑی بیٹی کو سر کے بل تیل میں ڈال دیا اور وہ جل بھن گئی پھر اس کی چھوٹی بیٹی کو بھی اس سے چھین کر تیل میں جلا دیا۔ جس ماں کے سامنے اس کی اولاد کو یوں جلا دیا جائے تو اس پر کیا گزرے گی مگر ایمان کی اس کیفیت کے ساتھ آخرت کی نعمتیں بھی

تو سامنے تھیں۔ جب انہوں نے باندی کو پکڑا تو اس نے کہا جب مجھے بھی جلا دو تو ہماری ہڈیوں کو اکھٹے دفن کرنا چنانچہ اس کی خواہش کو پورا کیا گیا اور اس سے بھی جلا دیا۔ اب اس عظیم قربانی پر اسے کتنے انعام سے نوازا گیا اس کی وجہ سے وہ فرعون جو خدا تعالیٰ کا دعویٰ کرنے والا ہے اس کی بیوی بھی مسلمان ہو گئی اور پھر جب معراج کے موقع پر آپ ﷺ کو خوشبو محسوس ہوئی تو آپ ﷺ کے پوچھنے پر حضرت جبرايل نے بتایا کہ فرعون کی باندی اپنی بیٹیوں سمیت مٹی میں دفن ہے یہ خوشبو وہاں سے آ رہی ہے۔

پھر جب فرعون کی بیوی مسلمان ہو گئی اور فرعون نے اس پر ظلم و ستم کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے کس قدر بڑے انعام سے نواز ا کہ سو لئے جنت کو دیکھ لیا اور اللہ تعالیٰ نے جنت میں اسے آپ ﷺ کی بیوی بنادیا۔

یہ ہیں اسلام کی خواتین اور یہ ہے وہ قدر دان ذات جس نے ہر طرف سے اپنی رحمت کے دروازے کھول رکھے ہیں اور اجر و انعام کا وعدہ کر رکھا ہے۔

ایک صحابیہ حضرت ام فضل کے دس بیٹیے تھے سب کے سب شہید ہو گئے اور ایک بھی ماں کے سامنے فوت نہیں ہوا یہ بھی تو گھرانے تھے جن کی قربانیوں سے دین اسلام پھیلا۔

یہ وہ عورتیں تھیں جو اللہ کے ہر ہر حکم کو دل و جان سے زیادہ چاہنے اور قبول کرنے والی تھیں جب پر دے کا حکم آیا تورات کو حکم آیا کسی کو پتہ چلا تو کسی کو نہ چل سکا ایک صحابیہ کو پتا نہ چلا صحیح جب مسجد میں عورتوں کو پر دے میں دیکھا تو دریافت کرنے پر پتا چلا رات پر دے کا حکم آگیا ہے انہوں نے اسی وقت بچے کو کہا جا کر گھر سے چادر لے آؤ، گھر پہنچنے پر خاوند نے کہا ایسی بھی کیا بات تھی تمہیں تو ابھی پتا چلا تھا ایسے ہی گھر آجائی انہوں نے جواب دیا اللہ کا حکم کو سننے کے بعد میری ہمت نہیں ہوئی کہ ایک قدم بھی اس کی نافرمانی میں اٹھاؤں۔ آج ہمیں خود پر گھری نظر ڈالنے کی ضرورت ہے کہ آج ہم کس قدر خود سر اور کتنی جرات و ہمت سے سر عالم اللہ تعالیٰ کے حکموں کو توڑ رہے ہیں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا حکم کا ذبح کرنے کا حکم سن کر رد عمل اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ حضرت ہاجرہ نے ان کی تربیت کس طرح کی تھی پہلی بار حضرت اسماعیل نے اپنے باپ کو دیکھا تو حضرت ابراہیم نے اللہ تعالیٰ کا

حکم سنادیا۔ اللہ کا حکم سن کر کہا باباجان! اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لیں کہیں مجھے ذبح کرتے وقت آپ کا دل نرم نہ ہو جائے۔ یہ تھی ایک عظیم ماں کی تربیت جس نے بنیاد ہی مضبوط بنائی اور پھر فرمانبردار بیٹا پروان چڑھا۔

اسلام کی ایک اور عظیم اور صالح خاتون جن کے جنتی ہونے کی بشارت آپ ﷺ نے دی رابعہ بصریہ ہیں ان کے بارے میں آتا ہے عورت کے لحاظ سے کوئی خوبی نہ تھی ان میں خاندانی غلام تھیں، جب شیخ تھیں، مال نہیں تھا اور بانجھ تھیں پھر بھی آج تیرہ سو سال بعد بھی ان کا نام زندہ ہے۔ مصلی ہوتا اور رابعہ بصری ہوتیں اور پوری رات کیسے گزر جاتی، ایسی نیک خاتون جوانی میں خاوند فوت ہو گئے تو حسن بصری اپنے وقت کے سب سے بڑے امام تھے یہ عظیم شخص خود چل کر نکاح کا پیغام ان کے پاس لے کر آئے، رابعہ کہنے لگیں چار سوالوں کا جواب دے دو تو نکاح کرلوں گی، کہنے لگیں بتاؤ میں جنتی ہوں یا دوزخی؟ حسن بصری نے کہا یہ میں کیسے بتاسکتا ہوں؟ پھر کہا بتاؤ قیامت کے دن اعمال نامہ میرے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا یا باعثیں ہاتھ میں؟ حسن بصری خاموش رہے پھر کہا بتاؤ میری نیکیاں زیادہ ہوں گی یا کم ہوں گی؟ حسن بصری کہنے لگے رابعہ تمہارے کسی سوال کا میرے پاس جواب نہیں تو پھر کہا جاؤ مجھے آخرت کی تیاری کرنے دو میں فارغ نہیں میرے سامنے بہت بڑی کھائی ہے مجھے تیاری کرنے دو۔

پھر اس فکر پر جنتی ہونے کا اعزاز بخشنا گیا انہیں اتنی نیک عورت اور آخرت کی فکر کھائے جا رہی ہے آج ہماری کوئی تیاری نہیں اور ہم فکر سے خالی ہیں۔

اسلام کی تعلیمات کا ایک چوتھائی حصہ حضرت عائشہ سے ملا ہے حضرت عمر کو ان کی بہن نے مسلمان کیا جب قرآن سن کر بہن کو مارا اور پھر قرآن اٹھانا چاہا تو بہن نے منع کر دیا پھر کہا مجھے سناؤ جو تم پڑھ رہی تھی جب قرآن سناؤ دل نرم ہوا اور کلمہ پڑھ کر آپ ﷺ کے دربار میں مسلمان ہو گئے۔ اسی طرح حضرت عثمان کو بھی ان کی پھوپھی حضرت سودا بنت قریظہ نے مسلمان کیا۔ آج کی خواتین بھی اگر ان خواتین کے نقش قدم پر چلنے لگیں تو نسلوں کی نسلیں سنور جائیں اور اسلام حق پوری دنیا میں پھیلانے کا سبب بن جائیں۔

اللہ پاک ہم سب کو صراط مستقیم پر استقامت عطا فرمائے۔ (آمین)

زندہ جانوروں کی تول کر خرید و فروخت

ڈاکٹر مفتی عبدالواحد اللہیمی صاحب

مفتی ڈاکٹر عبدالواحد صاحب نور اللہ مرقدہ علیٰ حلقوں میں کسی تعارف کے محتاج نہیں، آپ بیک وقت ایم بی بی ایس ڈاکٹر، عالم فاضل، مفتی، محقق، کئی کتابوں کے مصنف، فتنہ جدیدیت کے لیے سیف قاطع اور ہزاروں علماء و مفتیان کے استاذ تھے۔ آپ کی علمی، تصنیفی، تحقیقی و فقہی خدمات گراں مایوس رکھا گیں۔ دور جدید کے فقہی مسائل کے حل پر آپ کی شہرہ آفاق تصنیف ”فقہی مضامین“ رہتی دنیا تک امت کی رہنمائی کرتی رہے گی۔ کتاب ہذا سے منتخب مضامین علماء، مفتیان، اساتذہ و طلباء، اہل علم، محققین اور عوام الناس کے استفادہ کے لئے سلسلہ وار شامل اشاعت کئے جا رہے ہیں، اس سلسلے کا دوسرا مضمون

وزن اور تول کے حساب سے زندہ مرغیوں کی خرید و فروخت تو خاصے بڑے پیمانے پر ہو رہی تھی اب کچھ عرصے سے دیکھنے میں آ رہا ہے کہ خصوصاً بقر عید کے موقع پر زندہ بھیڑ بکریوں کی وزن و تول کے حساب سے خرید و فروخت عروج پر ہے۔

زندہ جانور قابل وزن نہیں ہے۔

معلوم ہونا چاہئے کہ زندہ جانور خواہ وہ بھیڑ بکریاں ہوں یا مرغیاں ہوں یا کوئی اور، وزن کی جانے والی چیز نہیں ہیں کیونکہ وزن سے غرض ہوتی ہے کہ خرید و فروخت کی جانے شے کی مقدار معلوم ہو جائے جب کہ زندہ جانور کو تولنے کے باوجود یہ غرض حاصل نہیں ہوتی کیونکہ زندہ جانور کبھی تو زور لگا کر اپنے آپ کو بھاری کر لیتا ہے اور کبھی اپنے آپ کو ہلاکا کر لیتا ہے اور اس وجہ سے اس کے واقعی وزن کو معلوم کرنا ممکن نہیں۔

لابی حنیفة رحمہ اللہ (جاز بیع اللحم بالحیوان) لانہ بیع موزون بغیر موزون فیصح کیفما کان کمالوباع الشوب بالقطن، وهذا الان الحیوان ليس بموزون بل هو

عددی متفاوت۔ (شرح الحقایقیہ ص 55 ج 2)

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک گوشت کی زندہ جانور کے عوض میں بیع جائز ہے کیونکہ یہ موزوںی شے کی غیر موزوںی شے کے ساتھ بیع ہے جس طرح کپڑے کی بیع روئی کے عوض میں ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حیوان موزوںی شے نہیں ہے بلکہ عددی متفاوت شے ہے۔

لَمْ يَجِدُ الْحَيَّانَ لَيْوَنَ عَادَةً وَلَا يَمْكُنُ مَعْرِفَةً ثُقلَهُ بِالْوَزْنِ لَانَهُ يَخْفَفُ نَفْسَهُ

مرة بصلابتہ ویشقل اخیری (ہدایہ)

کیونکہ حیوان کو وزن کرنے کا رواج نہیں ہے علاوہ ازیں وزن کے ذریعے سے اس کے بوجھ کو معلوم کرنا ممکن نہیں کیونکہ وہ کبھی تو اپنے آپ کو ہلاکا کر لیتا ہے اور کبھی بوجھل کر لیتا ہے۔

وَالْحَيَّانَ لَا يَجِدُ لَيْوَنَ عَادَةً وَلَا يَمْكُنُ مَعْرِفَةً ثُقلَهُ وَخَفْتَهُ بِالْوَزْنِ لَانَهُ يَخْفَفُ نَفْسَهُ مَرَّةً وَيَشْقُلُ اخْرَى بِضَربِ قُوَّةٍ فِيهِ فَلَا يَدْرِي أَنَ الشَّاءَ خَفَّتْ نَفْسَهَا أَوْ ثَقَلَتْ

(عنایہ ص 26 ج 2)

حیوان کو وزن کرنے کا رواج نہیں ہے اور وزن کے ذریعے سے اس کے بھاری پن اور ہلکے پن کو معلوم نہیں کیا جاسکتا کیونکہ جانور اپنے زور کی وجہ سے کبھی تو اپنے آپ کو ہلاکا کر لیتا ہے اور کبھی بوجھل کر لیتا ہے لہذا معلوم نہیں کہ بکری نے اپنے آپ کو ہلاک کر لیا ہے یا بوجھل کر لیا ہے۔

لَمْ يَجِدُ الْمَوْزُونَ حَقْيَّةً مَا يَمْكُنُ مَعْرِفَةً مَقْدَارَ ثُقلِهِ بِالْوَزْنِ وَهَذَا لَا يَتَعَقَّبُ فِي لَحْمِ الشَّاءِ الْحَيَّةِ وَهُوَ مَعْنَى قَوْلِهِ وَلَا يَمْكُنُ مَعْرِفَةً ثُقلَهُ بِالْوَزْنِ لَانَهُ أَيْ لَانَهُ حَيَّانٌ يَخْفَفُ نَفْسَهُ مَرَّةً وَيَشْقُلُ اخْرَى بِأَخْتِصَاصِهِ بِضَرْبِ قُوَّةٍ فِيهِ فَلَا يَدْرِي أَنَ الشَّاءَ خَفَّتْ نَفْسَهَا أَوْ ثَقَلَتْ

(بنایہ)

موزوںی شے حقیقتاً وہ ہوتی ہے جس کے بوجھ و ثقل کی مقدار وزن کے ذریعے سے معلوم کی جاسکے زندہ جانور میں یہ ممکن نہیں کیونکہ وہ اپنے اندر موجود اور اپنے ساتھ مخصوص زور کے ذریعے کبھی اپنے آپ کو ہلاک کر لیتا ہے اور کبھی بوجھل کر لیتا ہے۔

تول کے حساب سے زندہ جانور کی خرید و فروخت جائز نہیں

جب یہ معلوم ہو گیا کہ زندہ جانور موزونی یعنی توںی جانے والی شے نہیں ہے تو اب یہ بات جانا مشکل نہیں کہ زندہ جانور کی تول اور وزن کے حساب سے خرید و فروخت جائز نہیں کیونکہ جب تولنے کے باوجود ہمیں زندہ جانور کا صحیح وزن معلوم نہیں ہو سکتا تو اس کی قیمت بھی جو کہ وزن پر مبنی ہے مجہول اور نامعلوم رہے گی اور خرید و فروخت کا اس طور پر ہونا کہ قیمت نامعلوم ہو صحیح نہیں۔

اس کو مثال سے اس طرح سمجھیں کہ ایک زندہ بکری کا وزن کیا گیا تو اس کا وزن چالیس کلو ٹکلا، لیکن یہ احتمال ہے کہ جانور نے وزن کئے جانے کے وقت اپنے آپ کو بوچل کر لیا ہوا اور اس کا واقعی وزن اتنا لیس کلو ہوا اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس نے اپنے آپ کو ہلاک کر لیا ہوا اور اس کا واقعی وزن اتنا لیس کلو ہوا یا اتنا لیس کلو ہوا اور وزن تو مجہول ہوا ہی ہے قیمت بھی مجہول اور نامعلوم ہو گئی کیونکہ اگر تمن و قیمت پچاس روپے فی کلو ہو تو اب معلوم نہیں کہ اس کی قیمت پورے دو ہزار روپے ہے یا ان سے پچاس کم ہے یا ان پر پچاس زائد ہے۔

شریعت ہر اس سودے کو جس میں خرید و فروخت کی جانے والی شے کی مقدار نامعلوم ہو یا اس کی قیمت نامعلوم ہونا جائز کہتی ہے کیونکہ اس میں احتمال ہوتا ہے کہ بالائی و مشتری کے درمیان اس چہالت کی وجہ سے جھگڑا ہو جائے۔

جب یہ بات واضح ہو گئی کہ وزن کے حساب سے زندہ جانور کی خرید و فروخت یعنی جس میں قیمت وزن پر مبنی ہو جائز نہیں تو اب یہ دیکھنا باقی رہا کہ کیا موجودہ طرز کی اصلاح ممکن ہے یا نہیں؟

تول کر زندہ جانور کی خرید و فروخت کا صحیح طریقہ

موجودہ طرز کی اصلاح کے لئے ضروری ہے کہ بالائی اور مشتری وزن کے حساب سے جانور کی خرید و فروخت اور عدد کے حساب سے جانور کی خرید و فروخت کے درمیان فرق کو ملاحظہ رکھیں۔

ہم اس فرق کو مثال سے سمجھاتے ہیں؛

آپ چالیس روپے فی کلو کے حساب سے ڈھائی کلو کی ایک زندہ مرغی خریدتے ہیں آپ نے اس

کی قیمت سوروپے ادا کی ذرا دیر بعد آپ نے اس مرغی کو دوبارہ تو لا اس مرتبہ اس کا وزن مثلاً دوسوگرام کم نکلا اب آپ خیال کرتے ہیں کہ مرغی فروش نے وزن کرنے میں کچھ خیانت کی اور آپ سے آٹھ روپے زائد صول کئے ہو سکتا ہے کہ آپ کر کے خاموش ہو جائیں اور ہو سکتا ہے کہ آپ مرغی فروش کو پکڑ لیں کہ تو نے مجھ سے دھوکا کیا۔ اس کے بال مقابل اگر ایک مرغی فروش اپنے ہاں یا اعلان لکھ کر لگادیتا ہے کہ مرغی کا وزن فقط مرغی کی مقدار ثقل اور اس کی قیمت کا اندازہ کرنے کے لئے ہے اور مرغی کی خرید و فروخت عدد کے حساب سے ہے تو جب آپ نے ڈھائی کلوکی مرغی کے سوروپے ادا کئے تو مرغی فروش بھی اور آپ بھی جو کہ خریدار ہیں اس بات کو سمجھ رہے ہیں کہ مرغی کی قیمت اس کے وزن پر مبنی نہیں ہے بلکہ وزن مرغی کی قیمت کا تقریبی اندازہ کرنے کے لئے کیا گیا ہے بلکہ یوں کہئے کہ خرید و فروخت میں مرغی کے وزن کا سرے سے اعتبار نہیں ہے وزن کر کے مرغی کی قیمت کا اندازہ کیا گیا ہے اور سو بعد میں مرغی کے عدد کے حساب سے ہو رہا ہے اس صورت میں اگر بعد میں آپ کے وزن کرنے پر دوسوگرام وزن کم نکلا تو آپ خیانت کا الزام نہیں لگا سکتے کیونکہ سو دے میں وزن کا اعتبار تو سرے سے ہوا ہی نہیں۔

یہ تو ایک مرغی کی خرید و فروخت کی مثال ہے اگر زندہ مرغیوں سے بھرا ہوا پورا ٹوکرہ اوزن کر کے وزن کے حساب سے فروخت کیا جائے تو تقاضہ اور زیادہ ہو سکتا ہے۔

اندازہ کرنے کے لئے تولیا جائے پھر جب خرید و فروخت کی جائے تو عدد کے حساب سے کی جائے یعنی اس طرح کہ اس مرغی کی قیمت سوروپے ہے یا اس طرح کہ یہ مرغی جس کا تقریبی وزن ڈھائی کلو ہے اس کی قیمت سوروپے ہے اسی طرح یہ سو مرغیاں جن کا تقریبی وزن ڈھائی سو کلو ہے ان کی قیمت چار ہزار روپے ہے۔

اصل مسئلہ تو یہاں تک بیان ہو چکا، آخر میں دونتیہات ذکر کی جاتی ہیں۔

تنبیہ 1: بعض حضرات کا کہنا ہے کہ تو لئے کے ذریعے یہ جاننا مقصود ہوتا ہے کہ جانور پر کتنا گوشت ہے جب یہ بات تلنے سے واضح ہو گئی تو سو دا عدد آہی ہوتا ہے لہذا وہ عددی ہی شمار ہو گا۔

یہ بات اس وقت تصحیح ہے جب بالع اور مشتری دونوں یہ بھی جانتے ہوں کہ زندہ جانور موزونی شنہیں ہے اور اس فرق سے باخبر ہوں جو ہم نے وزن کے حساب سے خرید و فروخت اور عدد کے حساب

سے خرید و فروخت کے درمیان کیا ہے اس فرق کو ہم اور پڑکر آئے ہیں۔

لیکن عوام تو ان دونوں باتوں سے بے خبر ہیں اور وہ اس کو موزوںی سمجھ کر ہی خرید و فروخت کرتے ہیں اور عملاً ایسا ہو بھی رہا ہے کہ دکاندار مثلاً یہ کہتا ہے کہ ہمیں دوسوکو مرغی دے دو اور چونکہ اس کو بیع کی مقدار کی جہالت اور قیمت کی جہالت لازم ہے لہذا اس کے صحیح ہونے کی کوئی صورت نہیں۔

تبیہ 2:- بہت سے حوالہ جات میں مثلاً ہدایہ، فتح القدر، عنایہ، بحر رائق، کفایہ، بنایہ اور مجمع الانہر میں حیوان کے بارے میں ایک وجہ لکھی ہے کہ لانہ لا یوزن عادۃ حیوان کو وزن کرنے کا رواج نہیں ہے)۔
اس سے کوئی یہ خیال کرے کہ حیوان کے موزوںی شے نہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ روانج نہیں تھا اور
اب چونکہ روانج بن گیا ہے لہذا موزوںی نہ ہونے کی یہ وجہ ختم ہو گئی ہے۔

اس بارے میں وضاحت مناسب ہے کہ اگرچہ شریعت نے غیر منصوص میں روانج کا خیال رکھا ہے جیسا کہ مجمع الانہر میں ہے۔

فَإِنْ قُلْتَ لِمَ جَازَ بَيْعُ لَحْمِ الطَّيْرِ بَعْضَهُ مُتَفَاضِلًا مَعَ أَنَّهُ جَنْسٌ وَاحِدٌ وَلَمْ يَتَبَدَّلْ بِالصَّفَةِ؛ قُلْنَا إِنَّمَا جَازَ لَانَهُ غَيْرُ مُوزُونٍ عَادَةً فَلَمْ يَكُنْ مُقْدَراً فَلَمْ تَوْجُدِ الْعُلَةُ فَخَاصِلُهُ أَنَّ الْخِتَالَفَ بِالْخِتَالِفَ الْأَصْلُ أَوَ الْمَقْصُودُ أَوْ بِتَبَدُّلِ الصَّفَةِ وَفِي الْفَتْحِ يَنْبُغِي أَنْ يَسْتَشْنَى عَنْ لَحْمِ الطَّيْرِ الدَّجَاجِ وَالْأَوْزَانِ يُوزَنُ فِي عَادَةِ أَهْلِ مَصْرِ (مجمع الانہر ص 88 ج 2)

اگر تم کہو کہ پرندے کا گوشت پرندے کے گوشت کے عوض میں کمی بیشی کے ساتھ فروخت کرنا کیوں جائز ہے جب کہ وہ ایک جنس ہے اور صفت میں بھی تبدیلی نہیں ہے۔

ہم جواب میں یہ کہتے ہیں کہ پرندے کے گوشت کو وزن کرنے کا روانج نہیں ہے لہذا یہ مقدار والانہیں ہے اور اس طرح کمی بیشی کی حرمت کی علت بھی نہیں پائی گئی اور فتح القدر میں ہے کہ پرندے کے گوشت میں سے مرغی اور لفظ کا گوشت مستثنی ہونا چاہئے کیونکہ اہل مصر کے ہاں اس کو وزن کرنے کا روانج ہے۔
ہم کہتے ہیں کہ حیوان کے غیر موزوںی ہونے کی اصل وجہ یہ ہے کہ اس کے ثقل و بوجھ کی مقدار

معلوم نہیں ہو سکتی اس لئے جہاں یہ لکھا ہے کہ حیوان کو وزن کرنے کا رواج نہیں ہے وہاں یہ اصل وجہ بھی تحریر ہے جیسا کہ شروع میں ذکر کئے گئے حوالہ جات سے واضح ہے اور بعض نے فقط اصل وجہ ہی پر اتفاق کیا مثلاً شرح الیاس میں اور شرح العقا یہ میں غرض رواج کی وجہ کا ذکر اتفاقی ہے کہ ان حضرات کے دور میں حیوان کو وزن کرنے کا رواج بھی نہیں تھا احترازی نہیں ہے کہ اب اگر رواج چل نکلا ہے تو ہمارے لئے اس کے موزوںی ہونے کی کچھ وجہ بن جائے۔

مجموع الانہر کے اوپر دیئے ہوئے حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ موزوںی ہونے کے لئے اولاً شے ایسی ہو کہ اپنی ذات کے اعتبار سے وہ قابل وزن ہو جیسا کہ پرندے کے گوشت کی مثال مذکور ہوئی پھر اس کے بعد وزن کرنے کا رواج بھی ہوا اگر پہلی بات موجود ہے اور دوسری بات یعنی رواج مفقود ہے تو ہو سکتا ہے کہ رواج بھی ہوا اگر پہلی بات موجود ہے اور دوسری بات یعنی رواج مفقود ہے تو ہو سکتا ہے کہ رواج بھی بن جائے جیسا کہ مرغی اور بیٹھ کے گوشت میں ذکر کیا لیکن اگر پہلی بات یعنی قابل وزن ہونا ہی مفقود ہو تو شے کا غیر موزوںی ہونا دامنی ہے پھر اگر دوسری بات یعنی رواج بھی مفقود ہو تو غیر موزوںی ہونے کے لئے ایک اور دلیل بھی بن گئی ورنہ مخصوص رواج ہونے کا کچھ اعتبار نہ ہو گا۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جانور کے اپنے آپ کو ہلاکا یا بچھل کرنے سے وزن میں جو فرق واقع ہوتا ہے وہ بہت قلیل ہوتا ہے لہذا اصل وزن میں جو جہالت ہوتی ہے وہ قلیل ویسیر ہے پھر جب عرف نے اس جہالت یسیرہ کا تحمل کر لیا تو جہالت معدوم کی طرح ہو گئی اور جانور کو وزن کر کے اس کا تقریبی وزن معلوم کر کے پہنچ سچ ہو گیا۔

ہم کہتے ہیں کہ وزن کی بنیاد پر قیمت کی تعین کرنی ہو تو وزن اس لئے کہا جاتا ہے کہ شے کا اصل تقل معلوم ہو تقریبی تقل معلوم کرنے کے لئے وزن کرنا خلاف موضوع ہے اور عرف و رواج کی بنیاد پر بھی اس موضوع کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔



سوانح حضرت حاجی عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ صاحب

مرتب: مولانا ذوالکفل صاحب

استاذ جامعہ دارالتفوی لاہور

قط نمبر 19

مجد و تبلیغ حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی جهد مسلسل سے عبارت ہے آپ نے اپنی حیات مستعار کی سات دہائیاں دین کی اشاعت اور تبلیغ کی محنت میں وقف کر دیں۔ حاجی صاحبؒ کی جدائی یقیناً ایک عظیم قوی و ملی سانحہ ہے اور یہ ایسا خلا ہے جو شاید کبھی پر نہ ہو سکے لیکن قدرت کے فیضوں کے آگے کون ٹھہر سکتا ہے، آخر سب کو جانا ہے اور جانے والے کبھی واپس نہیں آتے، ہاں ان کی حسین یادیں ہمیشہ ہماری زندگی کا حصہ بن جاتی ہیں۔

ان کے انتقال کے بعد یہ بات شدت سے محبوس ہوئی کہ ان کی حقیقی احوال و واقعات مجھنگ ہو جائیں تاکہ ان کی سیرت و کردار کے درخشاں پہلوامت کے سامنے آسکیں اور ان کی زندگی کا مطالعہ کر کے لوگوں کو بھی اپنی زندگی کا رخ متعین کرنے میں مدد سکے۔ اسی مقصد کے پیش نظر جامعہ کے شعبہ نشر و اشاعت نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح حیات، دینی و تبلیغی خدمات، تقسیم ہند سے قبل اور بعد کے تبلیغی حالات و واقعات کو خوبصورت انداز میں میکجا کرنے کا یہڑہ اٹھایا اور مختصر عرصے میں تقریباً سات سو صفحات کی ضمیم کتاب تیار ہو گئی جو محمد اللہ چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے جس کی طباعت اول ہاتھوں ہاتھ بک گئی ہے اب اس کی طباعت ثانی پر کام جاری ہے قارئین کے فائدے اور دلچسپی کے لئے اسے ماہنامے میں قسط و ارشائی کیا جائے۔ امید ہے قارئین اسے پسند فرمائیں گے۔

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مولانا یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں

مولانا یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، بہت متحرک تھے اور حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ طفر مالیا کہ اب اسی کام کو کرنا ہے چنانچہ پوری طرح سے اپنے آپ کو مولانا یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے کر دیا مولانا یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خوب استعمال فرمایا اور نظام الدین میں حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مکمل طور سے اعمال میں جڑنے لگے۔

والد صاحب کو دکھانے کے لیے جو پوسٹ آفس کی ملازمت کر رہے تھے مولانا الیاس صاحب رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد اسے بھی خیر آباد کہہ دیا اور اللہ پر توکل کرتے ہوئے مولانا یوسف رضی اللہ عنہ کے زیر تربیت رہنے لگے۔ اس وقت تنگی کا دور تھا حاجی صاحب رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ اس وقت میرے پاس ایک جوڑا ہوتا تھا رات کے وقت اس کو دھو کر پہن لیتا تھا اور صبح تک وہ میرے بدن پر سوکھ جایا کرتا تھا۔

مولانا یوسف صاحب رضی اللہ عنہ کے شروع کے زمانے میں کچھ میواتی حضرات مرکز میں آ کر یہ بات کہا کرتے کہ ہمارے حضرت جی تو چلے گئے اسی طرح ہمیں والے کہنے لگے کہ یہ لوڈا ہی تو ہے پتا نہیں کیا کرے گا۔ ایک دفعہ حضرت شیخ حضرت رائے پوری رضی اللہ عنہ کے پاس تھے تو حضرت شیخ ان سے کہنے لگے دونوں لوڈے (مولانا یوسف رضی اللہ عنہ اور مولانا انعام رضی اللہ عنہ) پتا نہیں کیا کر رہے ہوں گے۔

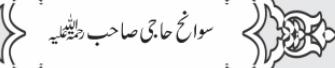
اس وقت مولانا یوسف کی عمر 28 سال کی تھی اور مولانا انعام ان سے دو سال چھوٹے یعنی 26 سال کے تھے ان حالات میں مولانا یوسف صاحب رضی اللہ عنہ کمکمل طور پر ڈٹے رہے اور داعیین کی ذرا بھی پرواہ کی۔ جب یہ جماعتیں لے کر جایا کرتے تھے تو جماعتوں کے اندر صاحبزادوں کی طرح نہیں رہا کرتے تھے بلکہ پوری طرح محنت فرماتے اور نقد خروج کی کوشش کرتے۔ حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے تین سال تک دعا کی کہ اے اللہ! تو لوگوں کے دلوں میں مولانا یوسف صاحب رضی اللہ عنہ کی شخصیت بھادے ہم جو فترتی لوگ تھے یہ مولانا یوسف صاحب رضی اللہ عنہ کے ساتھ جڑے رہے اور ہم پر مولانا یوسف رضی اللہ عنہ صاحب کے زہدا بہت اثر تھا۔

بے مثال توکل

مولانا الیاس صاحب رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد جب حاجی صاحب رضی اللہ عنہ نے اپنی نوکری چھوڑ دی تو ایک دن حضرت رائے پوری رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی حضرت نے پوچھا کہ نوکری چھوڑ دی تو اب کیا کرے گا؟ تو حاجی صاحب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ: جی قرآن پڑھوں گا اور پڑھاؤں گا دو وقت کی روٹی مل ہی جائے گی۔ یہ سن کر حضرت نے فرمایا کہ ایسا توکل اللہ ہمیں بھی نصیب فرمائے۔ اور انہیں ہمت دلائی اور جسے رہنے کی تلقین کی۔

کروں گا وہ جو یہ کہیں گے

حاجی صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نظام الدین مرکز میں بیٹھا ذکر کر رہا تھا۔ مولانا یوسف صاحب رضی اللہ عنہ نے مجھے بلا یا اور ڈانتے ہوئے فرمایا کہ نیچے مشورہ ہو رہا ہے اور تم اوپر ڈکر میں لگے ہو،



حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میری طبیعت پر یہ بہت گراں ہوا کہ میں ان سے بیعت تو نہیں ہوں جو مجھے ڈانتے ہیں اور میرے جی میں اور میری طبیعت پر ان کے ڈانٹے سے بہت بوجھ ہوا لیکن اسی لمحے میں اللہ نے میری رہنمائی فرمائی اور میرے دل میں یہ بات ڈال دی کہ:

”عبدالوہاب! اگر تو ذکر کی لائن سے قطب مینار پر بھی پہنچ جائے اور دوسری طرف امت اس عظیم محنت کی برکت سے ایک بال برابر بھی ترقی کر جاتی ہے تو یہ اونچا ہے۔ اس لیے کروں گا وہی جو یہ کہیں گے۔ چنانچہ کچھ ہی لمحوں میں طبیعت کی یہ گرانی رفع ہو گئی۔“

یہ تومولوی یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا خاص آدمی ہے!

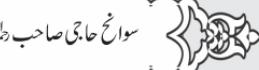
جب حاجی صاحب نے یہ بات طے کر لی کہ اسی کام کو کرنا ہے تو اکثر اوقات نظام الدین میں ہی رہنا ہوتا لیکن چونکہ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے اس لیے ان سے ملاقات رہا کرتی تھی۔ ایک دفعہ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے کے لیے تشریف لے گئے تو حضرت نے دور سے دیکھتے ہی فرمایا جاؤ ہیں جا۔ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت رائے پوری کی مجھ پر اب وہ پہلے کی سی توجہ نہیں رہی تھی لیکن میں نے پھر بھی حضرت کے پاس جانا نہ چھوڑا۔ اس بار بار کے جانے سے اتنا ہوا کہ حضرت مجھ پر توجہ ڈالتے رہتے تھے پھر بعد میں جب کبھی میں حاضر خدمت ہوتا تو حضرت فرماتے کون.....؟ تو کہا جاتا عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ..... حضرت فرماتے ہاں بھائی یہ تومولوی یوسف کا خاص آدمی ہے۔

حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی خلافت!

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ نے مجھے یہ اس باقی واذکار دیئے تھے حضرت فرمانے لگے کہ یہ تو منتہیوں کو دیئے جاتے ہیں۔ باقی تجھے اب ذکر کی ضرورت نہیں ہے ہاں اتنا ضرور ہے کہ تو سو ضرور لیا کر اس اور لوگوں کو اللہ کا نام بتادیا کر۔ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں کہ مجھے نہیں پتا تھا کہ اس کو اجازت کہتے ہیں بعد میں ایک دفعہ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجے نے مجھ سے کہا کہ یہی تو اجازت ہے ورنہ حضرت رائے پوری کسی کو خلافت کے لیے لکھ کر تھوڑی دیتے تھے۔

ہمیں تم پر اعتماد ہے

ایک دفعہ حاجی صاحب نے مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت آج ایک بات صاف



ہو جائے..... بتائیں آپ کو ہم پر اعتماد ہے یا نہیں؟ اگر آپ کو ہم پر اعتماد نہیں ہے اور ہم بہت کچھ کر رہے ہوں تو ہم کچھ نہیں کر رہے اور اگر آپ کو ہم پر اعتماد ہے تو ہم کچھ بھی نہ کر رہے ہوں تو بھی ہم بہت کچھ کر رہے ہیں۔ مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا نہیں بھائی ہمیں تم پر اعتماد ہے۔

یوسف پکے رہیو!

حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مرکز نظام الدین میں ایک اصول بنالیا تھا کہ اس کام کے اندر جس کی جان لگ رہی ہوگی اسی کے مال کے بارے میں مشورہ کیا جائے گا اور کسی سے کوئی چیز وصول نہیں کی جائے گی۔ انہی دنوں کا واقعہ ہے کہ شفیع قریشی صاحب کی والدہ رحمۃ اللہ علیہ بی کے مرض میں بنتا تھیں اور سینٹوریم میں داخل تھی۔ اس زمانے میں رحمۃ اللہ علیہ بی ایسا ہی لاعلاج مرض سمجھا جاتا تھا جیسا آج کے زمانے میں کینسر ہے۔ قریشی صاحب چونکہ والدہ کے پاس تھے اس لیے ان کا مرکز میں آنا جانا کم ہو گیا۔ قریشی صاحب کے انتہائی قربی دوست ملک دین محمد صاحب تھے ان کی دوستی آپس میں اتنی گہری تھی جیسے حقیقی بھائی ہوں حتیٰ کہ قریشی صاحب کے بچے بھی ملک صاحب کوتایا جان کہا کرتے تھے۔ ملک صاحب کا تبلیغ میں اتنا وقت نہیں لگا تھا۔ ملک صاحب قریشی صاحب کے بغیر کھانا نہیں کھاتے تھے۔

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے ہی سے معمول تھا قریشی صاحب کے گھر سے شب گزاری میں دیگ جس میں عام طور پر آلو گوشت ہوا کرتا تھا اور ننان مجع کے لیے آیا کرتا تھا۔ حسب معمول قریشی صاحب کی غیر موجودگی میں بھی آتا رہا۔ پھر جب مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ طے فرمایا کہ جس کا نظام الدین آنا جانا نہیں ہے ان کی چیزیں قبول نہیں کی جائیں گی۔ توجہ دیگ و ننان شب جمعہ میں پہنچا تو مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک پرچی پر لکھ دیا کہ قریشی صاحب اب نہیں آ رہے اس لیے ہم واپس بھیج رہے ہیں۔ ملک صاحب نے پرچی پڑھی اور دیگ و ننان واپس لے لیے۔ اور آئندہ بھیجنابند کر دیا۔

جب قریشی صاحب کی غیر حاضری کی وجہ معلوم ہوئی اور قریشی صاحب تشریف لے آئے تو پھر کھانا آنے لگا بلکہ مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ مرکز کا قرض اور مرکز کی ضرورت کا ذکر کسی سے بھی نہیں فرماتے۔ ہاں قریشی صاحب کو بتادیتے تھے اور فرماتے کہ چونکہ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کو بتادیتے تھے۔ اس لیے بتادیتا ہوں۔ (جاری ہے)

بیس ملکوں کا سفر

مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ

24:

سفر نامہ وہ بیانیہ ہے جسے مسافر سفر کے دوران یا منزل پر پہنچ کر اپنے تجربات اور مشاہدات کی مدد سے تحریر کا جامہ پہناتا ہے اور اپنی گزرنی ہوئی کیفیات سے دوسروں کو واقعہ کرتا ہے۔ راہ میں پیش آنے والے اپنے تجھیر، استجواب اور اضطراب کو اس طرح سے قلم بند کرتا ہے کہ پڑھنے والے کے سامنے نہ صرف پوری تصویر آجائی ہے بلکہ اس مقام سے متعلق تمام معلومات مع تفصیل اس کے علم اور آگئی میں اضافہ کردیتی ہیں۔ ”جهان دیدہ“ بھی ایسا ہی ایک سفر نامہ ہے جو شیخ الاسلام حضرت مفتی تقی عثمانی مدظلہ کے سفر ناموں کا پہلا مجموعہ ہے جو بیش ملکوں کے سفر کی تفصیل اور روایتاد پر مشتمل ہے۔ قبل ازیں آپ ان صفحات پر حضرت مفتی صاحب کا سفر نامہ ”سفر در سفر“ پڑھ چکے ہیں جسے قارئین نے بہت پسند کیا۔ اب قسط دار ”جهان دیدہ“ شائع کیا جا رہا ہے جو نہایت دلچسپ اور اپنے اندر بیش بہا معلومات کا خزینہ لئے ہوئے ہے، امید ہے قارئین پسند کریں گے اور یہ سلسلہ ان کے علم و عمل میں اضافے کا باعث بنے گا۔ انشاء اللہ

جبل مقطم

سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قلعہ جس پہاڑی پر واقع ہے وہ ایک پہاڑ کا ٹکڑا ہے جسے جبل المقطم کہا جاتا ہے بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقدس پہاڑ ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے دامن میں عبادت کیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ بعض تاریخی روایت میں حضرت لیث بن سعد رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مذکور ہے کہ جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے یہ علاقہ فتح کیا تو مصر کے سابق بادشاہ مقصوس نے یہ پہاڑ ستر ہزار دینار میں خریدنے کی پیشکش کی اور وجہ یہ بتائی کہ ہماری کتابوں میں اس پہاڑ کے بڑے



فصال مذکور ہیں اور یہ کہا کہ اس پہاڑ پر جنت کے درخت اگیں گے، حضرت عمر و بن عاصی رضی اللہ عنہ نے بذریعہ خط حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مسلمان جنت کے درخت کے زیادہ حق دار ہیں اس لئے یہاں مسلمانوں کا قبرستان بنادو۔ چنانچہ اسے قبرستان بنادیا گیا لیکن یہ روایت استناد کے اعتبار سے مضبوط نہیں ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ کے مزار پر

ان تمام مقامات سے ہوتے ہوئے بالآخر امام شافعی رضی اللہ عنہ کے مزار پر پہنچ یہ پواعلاقہ حضرت امام رضی اللہ عنہ ہی کے نام پر حارة الشافعی رضی اللہ عنہ کہلاتا ہے اور یہاں حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کے مزار پر بڑی شاندار عمارت بنی ہوئی ہے جس کے ساتھ ایک بڑی مسجد بھی ہے، ہم نے نماز مغرب اسی مسجد میں ادا کی اور اس کے بعد مزار پر حاضر ہوئے ہم جیسے طالب علموں کو دن رات حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کے اقوال اور آپ کی فقہی آراء سے جس قدر واسطہ رہتا ہے اس کی بنیا پر آپ سے عقیدت و محبت اور تعلق خاطر ایک طبعی امر ہے عرصہ سے آپ کے مزار مبارک پر حاضری کا اشتیاق بھی تھا جو بحمد اللہ آج پورا ہوا۔ مزار کے مواجهہ میں کچھ دیر بیٹھ کر سرو رو سکون کا ایک عجیب عالم رہا یہ اس فقہہ امت کا مزار تھا جس کی رہنمائی اور ہدایت سے کروڑوں مسلمان فیضیاب ہوئے اور ہورہے ہیں جن کی فقہ نے حنفی فقہ کے بعد دنیا میں سب سے زیادہ رواج پایا اور جن کے مقلدین چہار دنگ عالم میں پھیلے ہوئے ہیں۔

آپ یمن کے ایک ایسے گھرانے میں پیدا ہوئے تھے جو نبی اعتبار سے تو سادات میں سے تھا لیکن معاشری اعتبار سے غریب تھا والد ماجد کا سایہ بچپن ہی میں سر سے اٹھ چکا تھا بچپن ہی میں آپ کی والدہ آپ کو مکرمہ لے آئیں یہیں آپ پروان چڑھے اور علوم حاصل کئے، حضرت امام مالکؓ کے پاس مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور ان سے بھر پور استفادہ کیا پھر نجران میں آپ کو ایک سرکاری عہدہ ملا اور وہاں عرصہ دراز تک پوری دیانت و امانت کے ساتھ مفوضہ خدمات انجام دیتے رہے لیکن بڑے لوگوں کے ساتھ آزمائشیں بھی زبردست پیش آتی ہیں۔ خلیفہ وقت (ہارون رشید) کو یمن کے کچھ علوی النسب افراد کے بارے میں یہ اطلاع ملی کہ وہ مرکز کے خلاف بغاوت کی تیاری کر رہے ہیں، نجران کے والی نے دشمنی میں آکر



حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی یہ افواہ پھیلا دی کہ ان کا ان علوی افراد کے ساتھ ربط و ضبط ہے خلیفہ کو ان پر شبہ ہو گیا اور اس نے ان افراد کے ساتھ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کو بھی گرفتار کر کے بغداد بلالیا۔ اس وقت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد حضرت امام محمد بن حسن شیابی رضی اللہ عنہ کا ہارون رشید رضی اللہ عنہ کے دربار میں خاصاً اثر و رسوخ تھا، امام شافعی رضی اللہ عنہ جب ہارون الرشید کے پاس پہنچنے والوں نے اپنے دفاع میں امام محمد رضی اللہ عنہ کا حوالہ دیا کہ وہ مجھے جانتے ہیں، ہارون الرشید نے امام رضی اللہ عنہ سے ان کے بارے میں معلومات کیں تو امام محمد رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں انہیں جانتا ہوں وہ بڑے عالم ہیں اور ان کی طرف جن باتوں کی نسبت کی گئی ہے وہ ان جیسے آدمی سے سرزنشیں ہو سکتیں اس پر ہارون الرشید رضی اللہ عنہ نے امام محمد رضی اللہ عنہ سے کہا کہ انہیں اپنے ساتھ لے جائیے تاکہ میں ان کے بارے میں غور کر سکوں۔ اس طرح جتنے لوگ بغاوت کے الزام میں لائے گئے تھے ان میں سے امام شافعی بچ سکے۔

یہ واقعہ 184ھ کا ہے جب امام شافعی رضی اللہ عنہ کی عمر 34 سال تھی۔ اس آزمائش میں اللہ تعالیٰ کی بڑی حکمتیں تھیں، امام شافعی رضی اللہ عنہ نجران کے سرکاری عہدے کے کاموں میں مشغول ہو گئے تھے اس واقعہ کی بدولت انہیں دوبارہ خالص علم کی طرف متوجہ ہونے کا موقع ملا۔ دوسرے امام محمد رضی اللہ عنہ سے اب تک صرف شناسائی ہی تھی اب وہ باقاعدہ ان کے حلقة درس میں شامل ہوئے اور ان کے ذریعے اہل عراق کا علم ان کی طرف منتقل ہوا اور اس طرح حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کو اہل حجاز اور اہل عراق دونوں کے علوم حاصل ہوئے۔ امام محمد رضی اللہ عنہ، امام شافعی رضی اللہ عنہ کی اتنی عزت فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ امام محمد رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہو کر خلیفہ کے پاس جا رہے تھے، راستے میں دیکھا کہ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ ان سے ملنے کے لئے آرہے ہیں یہ دیکھ کر امام محمد رضی اللہ عنہ سے اتر گئے اور اپنے غلام سے کہا کہ خلیفہ سے جا کر عذر کر دو۔ حضرت امام شافعی نے کہا بھی کہ میں پھر کسی وقت آجائوں گا لیکن امام محمد راضی نہ ہوئے اور انہیں ساتھ لے کر اپنے گھر کی طرف واپس ہو گئے۔

اس طرح تقریباً دو سال بغداد میں رہے اور امام محمد رضی اللہ عنہ سے استفادہ کے بعد امام شافعی رضی اللہ عنہ پھر مکرمہ واپس ہوئے اور نوسال وہاں مقیم رہے اسی دوران انہوں نے اصول فقہ کی تدوین پر سوچنا شروع کیا



پھر 195ھ میں دوبارہ بغداد تشریف لے گئے اور وہاں اپنی کتاب الرسالہ تالیف فرمائی اور پھر آخر حیات میں مصر کے حکمران کی دعوت پر مصر تشریف لائے اور بالآخر جب 204ھ میں بیہیں وفات پائی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو خصوصی مواہب سے نوازا تھا آپ نے سات سال کی عمر میں پورا قرآن مجید حفظ کر لیا تھا اور دس سال کی عمر میں پوری موطا امام مالک یاد کر لی تھی تیر اندازی میں بھی اپنا شانی نہیں رکھتے تھے خود فرماتے تھے کہ اگر میں دس تیر مار دوں تو دس کے دس ٹھیک نشانے پر لگیں گے، قرآن مجید پڑھنے کا انداز اس قدر سحر آفرین تھا کہ سننے والوں پر رقت طاری ہو جاتی تھی۔ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے کسی ہم عصر کا قول نقل کیا ہے کہ جب کبھی ہم رونا چاہتے تو ایک دوسرے سے کہتے کہ آؤ اس مطلبی نوجوان کے پاس چل کر تلاوت کریں جب ہم ان کے پاس پہنچتے اور وہ خود تلاوت شروع کر دیتے تو لوگ ان کے سامنے گرنے لگتے روتے ان کی چینیں نکل جاتیں اس وقت وہ تلاوت روکتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں علم کے ساتھ اعلیٰ درجے کی قوت بیان بھی عطا فرمائی تھی اس لئے اپنے عہدے کے بڑے بڑے علماء سے انہوں نے علمی مسائل میں مناظرے فرمائے بعض مناظروں کا حال خود کتاب الام میں بھی ذکر فرمایا ہے لیکن اخلاق کا عالم یہ تھا کہ خود فرماتے ہیں؛

میں نے جس شخص سے بھی کبھی مناظرہ کیا، کبھی میری خواہش یہ نہیں ہوئی کہ میرے مقابل کی غلطی ثابت ہو۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں علم فقہ اور علم حدیث کی بنیاد ہیں اور علم اصول کا تو انہیں بانی کہا جاتا ہے لیکن فرماتے ہیں کہ؛ میری خواہش یہ ہے کہ لوگ ان کتابوں کو پڑھ کر ان سے نفع اٹھائیں لیکن انہیں میری طرف منسوب نہ کریں۔

جس شخص کے اخلاق کا یہ عالم ہوا س کے علم میں برکت کیوں نہ آئے؟ اور اس کا علم چہار دانگ عالم میں کیوں نہ پھیلے؟ چنانچہ بعض حضرات نے انہیں تیسری صدی ہجری کا مجد و قرار دیا ہے۔
(جاری ہے)



تبصرہ کتب

کتاب کا نام: سفینۃ النجات فی ذکر مناقب السادات

مؤلف کا نام: مولانا مفتی مرغوب احمد لاچپوری رحمۃ اللہ علیہ

تعداد صفحات: 260

قیمت: 500

ناشر: زمزم پبلیشرز شاہ زیب سنٹر زند مقدس مسجد اردو بازار کراچی

تبصرہ: مولانا عبد الودود ربانی صاحب

نبی کریم ﷺ کے تمام اہل بیت اور صحابہ کرام ﷺ امیت مسلمہ میں افضل اور برتر ہیں، اللہ پاک نے ان کو اپنے رسول ﷺ کی صحبت، نصرت اور اعانت کے لئے منتخب فرمایا، ان نفوس قدسیہ کی فضیلت و مدح میں قرآن پاک میں جا بجا آیات مبارکہ وارد ہیں جن میں ان کے حسن عمل، حسن اخلاق اور حسن ایمان کا تذکرہ ہے اور انہیں دنیا ہی میں مغفرت اور انعاماتِ اخروی کا مُژده سنادیا گیا ہے۔ یہ وہی پاک باز ہستیاں ہیں جن کی آنکھوں نے نبی کے رخ انور کا دیدار کیا، جنہوں نے مشکوٰۃ نبوت سے براہ راہ راست استفادہ کیا، جن کی وساطت اور یہم قربانیوں سے دین ہم تک پہنچا۔ لہذا جس طرح نبی پاک ﷺ پر ایمان لانا، آپ سے محبت کرنا ہر مسلمان کے لیے لازم و ضروری ہے، اسی طرح صحابہ کرام و اہل بیت ﷺ سے محبت کرنا بھی ایمان کا جز اور تعلیمات اسلام کا حصہ ہے، جس کے بغیر دین ناقص و نامکمل ہے۔ اہل بیت الطہار سے مرادر رسول اللہ ﷺ کے وہ آہل و اولاد ہیں جن پر صدقہ حرام ہے، ان میں سیدنا علی کی اولاد، سیدنا جعفر کی اولاد، سیدنا عقیل کی اولاد، سیدنا عباس کی اولاد، بنو حارث بن عبد المطلب اور نبی اکرم ﷺ کی تمام ازواج مطہرات اور بنات طاہرات ﷺ شامل ہیں۔ اللہ کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت اور آپ ﷺ کے اہل بیت کی محبت ہمارے ایمان کا جزو ہے۔ ہمارے نزد یہ ک

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور توقیر کے ساتھ ہی ساتھ آپ کے اہل بیت کی تعظیم بھی ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکابر اہل سنت فضائل صحابہ و اہل بیت ﷺ بیان کرنے میں بھی افراط و تفریط کا شکار نہیں ہوئے اور ہمیشہ اعتدال کا راستہ اختیار کیا۔ جس طرح فضائل صحابہ ﷺ پر کتب ہا کتب تصنیف کیں اسی طرح مناقب اہل بیت پر بھی لکھی گئی کتب شمار سے باہر ہیں۔ ہمارے نزدیک جس طرح جماعت صحابہ کرام ﷺ معيارِ حق ہے اور محفوظ عن الخطاء ہے اسی طرح اہل بیت اطہار بھی معيارِ حق اور محفوظ عن الخطاء ہیں ہر دو طبقات کا احترام ایمان کا جزو لا ینک ہے۔

زیر تبصرہ کتاب اہل بیت اطہار و سادات عظام کے تفصیلی حالات، نادر حکایات، علم و فضل اور کشف و کرامات پر مشتمل ہے۔ قرآن و حدیث میں بیان کردہ اہل بیت اطہار کے فضائل و مناقب جمع کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب دس فصلوں اور ایک مقدمہ پر مشتمل ہے۔ مقدمہ میں اہل بیت کی لفظی و معنوی تحقیق پیش کی گئی ہے۔ پہلی فصل میں قرآن حکیم سے اہل بیت کے فضائل مرقوم ہیں اور بزرگان دین کے مجريات نقل ہیں۔ دوسری فصل علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ "احیاء المیت بفضائل اہل بیت" کا متن کے ساتھ ترجمہ پیش کیا گیا ہے۔ تیسرا فصل خصوصیات بنی فاطمہ پر مشتمل ہے، پچھی فصل "اہل بیت ﷺ کا احترام، حضرات صحابہ کرام ﷺ و صلحائے امت کی نظر میں" کے عنوان سے معنوں ہے۔ پانچویں فصل مبشرات منامیہ اور چھٹی فصل حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب کے لئے شخص کی گئی ہے۔ ساتویں فصل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل اور ان کے علمی مقام کا رہائے نمایاں، آپ کی خلافت، کرامات، آپ کے فیصلوں اور آپ رضی اللہ عنہ کی اہل بیت کے تذکروں پر مشتمل ہے جب کہ آٹھویں اور نویں فصل میں حضرات حسینیں کریمین ﷺ کے فضائل، مقام و مرتبے، واقعہ کربلا اور شہادت کا اختصار کے ساتھ ذکر ہے، دسویں فصل میں دیگر آنکھہ اہل بیت کا تذکرہ ہے، جب کہ خاتمه میں حضرت مهدی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ہے۔ کتاب مستند حوالہ جات کے ساتھ مزین ہے ٹائل دیدہ زیب، مضبوط جلد بندی، معياری کاغذ اور طباعت اعلیٰ ہے۔



آپ کے مسائل کا حل

دارالافتاء واحقیق

12 ربيع الاول کو محفل قراءت، نعت و بیان کا حکم۔

سوال: 12 ربيع الاول والے دن جو محفل قراءت و نعت و بیان وغیرہ ہوتے ہیں ان کی شرعی

حیثیت کیا ہے؟۔

جواب: مروجہ محفل قراءت و نعت تو بذات خود مکروہ ہیں اور بیان کی محفل تخصیص دن کی وجہ سے
بدعت ہے۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم

(فتویٰ نمبر: 1/196)

میلاد کی شرعی حیثیت، اس میں شرکت اور عمرے کا لکٹ حاصل کرنا

سوال: 1۔ مروجہ میلاد کی شرعی حیثیت کیا ہے؟۔

2۔ اس میں شریک ہونا معصیت ہے یا باعث ثواب؟۔

3۔ اس میں قرعداندازی میں عمرے کا لکٹ حاصل کرنا اور اس سے عمرہ کرنا یا اس رقم سے استفادہ

کرنا شرعاً کیسا ہے؟۔

4۔ جشن عید میلاد النبی ﷺ کے بارے میں علمائے دیوبند کا عقیدہ کیا ہے۔

5۔ جشن عید میلاد النبی کیا ہے؟ سورہ یونس آیت نمبر 58 کی عملی تفسیر ہے۔ تفصیلات پڑھنے کے

لیے مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی کتاب ”خطبات عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم“، صفحہ 63 تا 65 پر ہیں۔ مزید تفصیلات جاننے کے لیے علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”اقضاء الصراط المستقیم“، صفحہ 404 تا 406 اور علمائے دیوبند کا متفقہ جواب سہارن پوری کی کتاب ”المہند علی المفند“، صفحہ 60 پر اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔ درج بالا علماء کے نزدیک عید میلاد جائز ہے۔ مگر آج کے علماء اپنے پسند کے عقائد لوگوں پر ٹھونسنے چاہتے ہیں۔ آج دلیل کی بات ہے کہی میں ہمت نہیں کہ انکار کرے اور صرف اعتراض پر اکتفا کرے۔

یہ ایک موبائل منیج ہے جو کہ ربیع الاول کے مہینہ میں اکثر لوگوں نے ایک دوسرے کو اور اکثر عام لوگوں کو جو کہ دیوبندی علماء سے عقیدت رکھتے ہیں بھیجا۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ جن کتابوں کا حوالہ دیا گیا ہے وہ واقعی علماء دیوبند کی لکھی ہوئی ہیں؟ ان میں محفوظ میلاد منانا، چندے مانگنا، گلیاں بازار سجناء، جلوس نکالنا اور نغرے وغيرہ لگانا، اس طرح کے اور جو کام ہیں جو کہ ربیع الاول میں منائے جاتے ہیں ان کے متعلق علماء دیوبند نے کیا لکھا ہے؟ کیا ایسا کرنا جائز ہے؟۔

جواب: 1۔ مروجہ محافل میلاد بدعت ہیں۔

2۔ ان میں شریک ہونا ناجائز ہے۔

3۔ ”خطبات میلاد“ اور ”المہند علی المفند“ علمائے دیوبند کی کتابیں ہیں لیکن ان میں مروجہ محفوظ میلاد کو جائز نہیں کہا گیا۔ بلکہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ خطبہ اصل میں محفوظ میلاد کی تردید کے لیے ہی کہا ہے۔ ملاحظہ ہو خطبات میلاد صفحہ 75 تا 90 اور یہی بات المہند علی المفند میں بھی کہی گئی ہے۔ ”اقضاء الصراط المستقیم“ علمائے دیوبند کی کتاب نہیں ہے اور اس میں ذکر کردہ صفحات پر ہمیں میلاد کے متعلق کوئی بات نہیں ملی اس لیے اس کی بابت کچھ نہیں کہہ سکتے۔

میلاد کے بارے میں علمائے دیوبند کے موقف کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا ذکر پسندیدہ اور مستحب ہے اور علمائے دیوبند ذکر ولادت کے منکر نہیں بلکہ ان ناجائز امور کے منکر ہیں جو اس کے ساتھ مل گئے ہیں مثلاً گلیاں بازار سجناء، گھروں میں بتیاں لگا کر اسراف کا مرتكب ہونا، مجالس میں مردوں عورتوں کا اختلاط وغیرہ۔ چنانچہ مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ المہند علی المفند میں لکھتے ہیں:

”سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریف کا ذکر صحیح روایات سے ان اوقات میں جو عبادات واجبہ سے خالی ہوں ان کیفیات سے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان اہل قرون ثلاٹھ کے طریقے کے خلاف نہ ہوں جن کے خیر ہونے کی شہادت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے ان عقیدوں سے جو شرک و بدعت کے موبہم نہ ہوں ان آداب کے ساتھ جو صحابہ رضی اللہ عنہم کی اس سیرت کے مخالف نہ ہوں جو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ماماً اُنا علیه و اصحابی کی مصدقہ ہے ان مجالس میں جو منکرات شرعیہ سے خالی ہوں سب خیر و برکت ہے بشرطیکہ صدق نیت و اخلاص اور اس عقیدے سے کیا جاوے کہ یہ بھی منجلہ دیگر اذکار حسنہ کے ذکر حسن ہے کسی وقت کے ساتھ مخصوص نہیں۔ پس جب ایسا ہو گا تو ہمارے علم میں کوئی مسلمان بھی اس کے ناجائز یا بدعت ہونے کا حکم نہ دے گا۔ لیکن اس سے معلوم ہو گیا کہ ہم ولادت شریفہ کے منکر نہیں بلکہ ان ناجائز امور کے منکر ہیں جو اس کے ساتھ مل گئے ہیں جیسا کہ ہندوستان کے مولود کی مجلسوں میں آپ نے خود دیکھا ہے کہ واهیات موضوع روایات بیان ہوتی ہیں مردوں عورتوں کا اختلاط ہوتا ہے، چراغوں کے روشن کرنے اور دوسرا آرائشوں میں فضول خرچی ہوتی ہے اور اس مجلس کو واجب سمجھ کر جوشامل نہ ہو اس پر طعن و تکفیر ہوتی ہے اس کے علاوہ اور منکرات شرعیہ ہیں جن سے شاید ہی کوئی مجلس میلاد خالی ہو پس اگر مجلس مولود منکرات سے خالی ہو تو حاشا کہ ہم یوں کہیں کہ ذکر ولادت شریفہ ناجائز اور بدعت ہے۔“ (المہند علی المغند: 65 تا 67)

اس سے معلوم ہوا کہ علمائے دیوبند کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ کا تذکرہ جب کہ وہ ہر قسم کے منکرات اور غیر شرعی قیودات و رسومات سے خالی ہونا صرف جائز بلکہ مستحب ہے۔ لیکن جہاں منکرات ہوں اور اس مستحب کو لازم سمجھا جاتا ہو اس کے جواز کا کوئی بھی انصاف پسند عالم قائل نہیں ہو سکتا۔ اور چونکہ مروجہ مجفل میں یہ سب باتیں ہوتی ہیں اس لیے وہ ناجائز اور بدعت ہے۔ اس لیے فتاویٰ دار العلوم دیوبند میں لکھا ہے:

”وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ لَا يَجْعَلْ أَحَدًا كَمْ لِلشَّيْطَانِ
شَيْئًا مِّنْ صَلَاتِهِ يَرِي أَنَّهُ حَقًا عَلَيْهِ أَنْ لَا يَنْصُرَ فِي الْأَعْنَامِ يَمْينَهُ لِقَدْ رأَيْتَ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثِيرًا يَنْصُرُ فِي عَنْ يَسَارِهِ (مشکوٰۃ)

قال الطیبی و فیه أَنَّ مِنْ أَصْرَ عَلَیْ أَمْرٍ مَنْدُوبٍ وَ جَعَلَهُ عَزْمًاً وَ لَمْ يَعْمَلْ
بِالرَّخْصَةِ فَقَدْ أَصَابَ مِنْهُ الشَّیطَانَ مِنَ الْإِضْلَالِ فَكَيْفَ مِنْ أَصْرَ عَلَیْ بَدْعَةٍ أَوْ مُنْكَرٍ.

(مرقات شرح مشکوٰۃ)

اس روایت میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور عبارت طیبی رحمہ اللہ سے معلوم ہوا کہ امر مندوب پر بھی اصرار کرنا اور اس کا التزام مثل واجبات کے کرنا اتباع شیطان ہے لپس مجلس میلاد مروجہ میں جو کچھ التزام قیام و روشنی زائد از حاجت و اجتماع فساق و امار و اشعار و غزل خوانی و روایات غیر صحیحہ کے پڑھنے وغیرہ کا ہے یہ سب شرعاً فتنج و مکر ہیں اور مرتكب امور مذکورہ کے حسب تصریح بالاتفاق شیطان لعین کے ہیں۔ لپس شرکت ایسی مجلس میں اور چندہ دینا اس میں درست نہیں ہے۔“ (عزیز الفتاویٰ: 1/ 142) فقط و
اللہ تعالیٰ اعلم فتویٰ نمبر: 360/5

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ پیدائش و وصال، اور آپ کی بر تھڈے منانا
سوال: ناراضگی معاف! یاد آیا کہ 12 ربیع الاول کے حوالے سے۔ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریف کی تاریخ مصدقہ ہے؟ اگر واقعی یہی ہے تو کیا ان کی بر تھڈے منانی چاہیے؟ جیسا کہ آج کل اسکولوں میں ہمارے بچوں کو ٹیچر بتاتی ہیں کہ آج حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بر تھڈے ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا دن اور تاریخ کیا ہے؟ کیا وہ 12 ربیع الاول نہیں؟

جواب: ولادت کی تاریخ ہو یا وفات کی صرف ایک تاریخ دونوں ہی میں نہیں ہے اگرچہ ولادت میں ترجیح 9 ربیع الاول کو ہے اور وفات میں 12 ربیع الاول کو ہے۔ واللہ اعلم۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم میلاد منانا جائز نہیں۔ سکولوں میں بھی منانا درست نہیں ہے۔ اگر سکول میں منع نہیں کر سکتے تو گھر میں بچوں کا ذہن بناتے رہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ فتویٰ نمبر: 6/52

میوزک کا حکم

سوال: کیا میوزک حرام ہے؟ اس پر قرآنی دلائل و احادیث کے دلائل سے وضاحت فرمائیں۔ شکریہ



جواب: قرآن وحدیث کی رو سے میوزک حرام ہے۔
چنانچہ بخاری شریف باب ”ما جاء فینم یستحل الحمر“ میں ہے:
لیکونن من امتی اقوام یستحلون الحر والحریر
والخمر والمعازف

ترجمہ: میری امت میں کچھ لوگ پیدا ہوں گے جو زنا ریشم، شراب اور
راغ باجوں کو حلال قرار دیں گے۔
ابوداؤد باب فی الداڑی ص 2/163 میں ہے:

لیشربن ناس من امتی الخمر یسمونها بغیر اسمها یعزف علی
رؤسهم بالمعازف والمعنىات یخسف اللہ بهم الارض ویجعل منهم القردة
والخنازير۔۔۔۔۔

ترجمہ: میری امت کے کچھ لوگ ایسے ہوں گے کہ وہ شراب کو اس کا نام بدل کر پی رہے ہوں گے اور ان پر
باجے بجائے جارہے ہوں گے اور گانے والیاں گانا گارہی ہوں گی کہ اللہ تعالیٰ ان کو زمین میں دھنسادیں
گے اور کچھ کو بندر اور خنزیر بنادیں گے۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔ فتویٰ نمبر 11/39



ہر ماہ با تاعدگی سے شائع ہونے والا

تربیتی، اصلاحی اور تبلیغی رسالہ

تاہبہ حضرات اپنے کاروبار اور مصنوعات کی
موثر تشهیر کے لئے ماہنامہ دارالتفوی کا انتخاب کریں





اخبار الجامعہ

☆:- الحمد للہ جامعہ کی گرین سٹی میں شاخ کا افتتاح کر دیا گیا ہے، افتتاحی تقریب میں حضرت مولانا یوسف خان صاحب مدظلہ نے بیان فرمایا اور خصوصی دعاؤں سے نوازا۔

☆:- معروف مذہبی سکالر مولانا زاہد الرشیدی صاحب کی جامعہ آمد، حضرت نے بیان فرمایا اور طلباء کو قیمتی نصیحتیں کی سے نوازا، حضرت نے ماہنامہ دارالతقوی کی کاؤشوں کی تحسین کی اور دعائے خیر فرمائی۔

☆:- مفتی محمد نعیمؒ کے صاحبزادے اور جامعہ بنوریہ العالیہ کے مہتمم مولانا نعمان نعیم صاحب جامعہ میں تشریف لائے، مختلف شعبہ جات کا دورہ کیا اور جامعہ کی کارکردگی کو سراہا۔

☆:- جامعہ کی شاخ ایڈن کا ٹچ میں طالبات کی تعداد میں اضافے کے پیش نظر شاخ کی بالائی منزل پر جدید درسگاہوں کی تعمیر کی گئی جو الحمد للہ مکمل ہو چکی ہے۔

☆:- جامعہ کے شعبہ بنین و بنات اور شعبہ حفظ میں سہہ ماہی امتحان ہوئے جس میں طلباء و طالبات نے ذوق و شوق سے حصہ لیا ایک میں رزلٹ مکمل کر کے اناؤنس بھی کر دیا گیا الحمد للہ طلباء و طالبات کا رزلٹ 90 فیصد سے زیادہ رہا۔

☆:- رفاهی خدمات کے حوالے سے دارالతقوی ٹرسٹ الحمد للہ بہت سے شعبہ جات باقاعدہ شروع کر چکا ہے جس میں کفن اور تدفین کی سہولت، واٹرفلٹریشن پلانٹ وغیرہ سرفہرست ہیں۔

☆:- الحمد للہ ماہنامہ دارالతقوی کی روز بروز بڑھتی افادیت اور اہمیت کے پیش نظر اس ماہ سے رسالہ کی تعداد میں 250 کی تعداد کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔



ابن سے قانون کی درخواست ہے

مرکزی ہبہ الہال کے تربیت ترقی پاٹیں کنان کا پلٹ حاصل کر لیا گیا ہے، جہاں وہ سعی دے رہے ہیں بلڈنگ تعمیر کی جائے گی اور دارالقرآن و دیگر شعبہ جات قائم کئے جائیں گے

دارالقرآن

MODEL APARTMENTS & INTERIORS

MODEL ARCHITECTS & INTERIORS

MIB گاشن راوی برائج
کاؤنٹ ٹائل: ۱۵۹
رائے نمبر: ۰۱۰۰۱۸۲۰۶۶۰۰۰۱
(DARUL TAQWA TRUST)



DAR UL TAQWA (TRUST) WELFARE PROJECTS



RATION

Providing Food
Essentials to Needy



DISPENSARY

Patient Checkup
and Medication



AMBULANCE

Service for Mayyat
(Dead Bodies)
initially Only For Lahore



EDUCATION

Providing
Free Education
to Children



WATER FILTER PLANT

Clean Water for People



GHUSAL AND KAFAN

Ghusal from
Sharia Trained People
& Free Kafan

GIVE A LITTLE, HELP A LOT



Account title: DARUL TAQWA TRUST
MCB Islamic Bank

Account #: 1001820660001

For Information:
03001582792

[f /darultaqwa](https://www.facebook.com/darultaqwa)

Jamia Dar ul Taqwa New Choburji Park, Lahore. 0322-4454447